بھوپالی صاحب کی شہادت

گذشتہ صحبت میں ان چند واقعات کے ضمن میں اپنی گذارشات پیش کی تھیں جن کا تعلق ملک کے بگڑے ہوئے حالات سے تھا کہ دیکھتے دیکھتے ان دنوں اور کئی واقعات سامنے آگئے۔ لاہور جیل روڈ جیسی آباد سڑک پر قومی بچت سکیم کے مرکز پر حملہ ایک لاکھ سے زائد کی رقم کا لوٹ لیا جانا اور چوکیدار غریب کا شہید ہو جانا اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ نہیں۔ اسی طرح کراچی میں جناب بھوپالی کا دن دہاڑے اپنے دفتر میں گولیوں کا شکار ہو جانا ہمارے بدقسمت ملک اور قوم کے لئے پہلا حادثہ نہیں۔

جناب لیاقت علی خاں مرحوم ملک کے پہلے وزیر اعظم تھے راولپنڈی کے بھرے جلسہ میں وہ قاتل کی گولی کا شکار ہوئے اور پھر قاتل کو وہیں ڈھیر کر دیا گیا۔ جب سے اب تک لاتعداد قومی رہنماؤں اور سیاسی ورکروں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ مسلم لیگ کے ناخداؤں نے اپنے بدترین دشمن خاندان کے ایک فرد ڈاکٹر خاں صاحب کی چھتری تلے وزارتوں کا مزہ چکھا اور پھر وہ بھی جبر کا شکار ہوئے ــــ اور پچھلے دور میں تو اس کثرت سے سیاسی قتل ہوئے کہ زمین کانپ اٹھی ــــــ اسی قسم کے واقعات کا ردِ عمل تھا کہ مختلف المقاصد اور مختلف الفکر سیاسی پارٹیوں کا اتحاد قائم ہوا۔ لیکن افسوس کہ منزل مقصود پر پہنچنے سے قبل یار لوگ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے اور کئی بزرجمہروں نے فوج کے نام کی دہائی دی جس کی وجہ سے فوج آ گئی۔ ملکی سطح پر یہ تیسرا مارشل لاء تھا۔ اب اس کی عمر پانچ برس ہو چکی ہے بلکہ پانچ برس سے کچھ زائد ــــ

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

بہترین جہاد
جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے

(حدیث پاک)

لاہور کی معروف آبادی کے چوراہے پر مرحوم ظہور الٰہی چودھری بے رحم قاتلوں کی گولی کا نشانہ بن گئے لیکن کیا کارروائی ہوئی؟ وقفہ وقفہ کے بعد مقدمہ کی سماعت قسم کی خبریں شائع کرا دی جاتی ہیں اور بس۔ اب مرحوم بھوپالی کے ساتھ یہی کچھ ہُوا۔ ایک اچھا طالب علم رہنما، اچھا صحافی، اچھا سیاسی ورکر، مخلص اور ایثار پیشہ جے۔یو۔پی سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا لیکن جب اس نے دیکھا کہ جماعت کے ارباب دین و دانش میں "حق گوئی" کا خیر سے بہت جذبہ ہے لیکن اس تلخ گھونٹ کو ہضم کرنے کا حوصلہ نہیں تو اس شریف آدمی نے اپنا راستہ الگ کر لیا۔ وہ باہمت تھا، محنتی تھا، نچلے طبقے سے اٹھا تھا اور اپنی محنت و ایثار سے اپنا مقام بنایا تھا بھلا اسے کیونکر برداشت کیا جاتا ——— کراچی کے میئر صاحب "صالحین" سے اپنے مقدس رشتے کے باوجود بھوپالی سمیت کسی دوسرے کی "صالحیت" کو پسند نہ کرتے۔ جبھی تو انہوں نے کارپوریشن کے اجلاس میں اس کے خلاف قرارداد مذمت پیش کرا دی۔

- - - - - - - - - -

ماضی قریب میں جنہیں انسانی خون کی چاٹ لگی تھی، وہ اس کے "ناکردہ گناہوں" پر برہم تھے اور بیوروکریسی بھی اس سے نالاں تھی کہ وہ ہر ستم رسیدہ اور دکھی کے لئے انہیں متوجہ کرتا تھا۔ کہنے کو تو کہہ دیا گیا کہ اس کے قاتلوں کو سرِعام پھانسی پر لٹکایا جائے گا ——— لیکن لٹکائے گا کون ———؟ اب تک کتنوں کے قاتل لٹکائے گئے؟ جرائم پیشہ لوگ تو دندنا رہے ہیں اور ہمارا عدالتی نظام ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ دل کانپ رہا ہے جسم پر لرزہ طاری ہے ——— ملک کا مستقبل تاریک نظر آتا ہے، بچیوں کی عزتوں کا غم کھائے جا رہا ہے۔ اور انسانیت کی تذلیل پہ آنکھیں ہیں کہ مسلسل آنسو بہا رہی ہیں۔ نہیں صاحب! سچ یہ ہے کہ دل خون کے آنسو رو رہا ہے ——— اے انتظامیہ والو! اے اہلِ علم! اے اربابِ طریقت! اے سائیں! خدارا غور کرو۔ فکر کرو، مل جل کر بیٹھو، سر جوڑ کر اصلاح احوال کی فکر کرو، ورنہ کسی کا کچھ نہ بچے گا۔

بھوپالی صاحب کے لئے ہم ہی دعاگو نہیں بہت سے ہیں خدا ان کی مظلومانہ موت پر ان کو بے پایاں اجر سے نوازے۔ ان کے والدین، اہلیہ، بچوں اور اعزہ کو صبر و سکون کی نعمت سے نوازے۔

اگلا کام ہم سب کے کرنے کا ہے اور دیکھنا یہ ہے کہ کون کتنی ذمہ داری پوری کرتا ہے؟

علوی
۱۵۔۹۔۱۹۸۲

بقیہ: احادیث الرسولؐ

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں حصہ داروں سے اپنا حصہ لینے میں سب سے زیادہ بے نیاز ہوں جو کوئی ایسا کام کرے جس میں میرے ساتھ میرے غیر کو بھی ملا دے تو اسے مع اس کے شرک کے چھوڑ دیتا ہوں اور ایک روایت میں ہے میں اس کام سے بیزار ہو جاتا ہوں وہ کام اسی کے

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب: ادارہ

عشرۂ ذی الحجہ

جانشینِ شیخ التفسیر پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم،

بعد از خطبہ مسنونہ:۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ۔

حضرت لاہوری قدس سرہٗ العزیز کے دور سے یہ معمول چلا آ رہا ہے کہ جمعرات کی اس مجلس ذکر کے اختتام پر موقعہ و محل کی مناسبت سے چند جملے عرض کر دئے جاتے ہیں۔ اسی مناسبت سے سورۂ فجر کا ابتدائی ٹکڑا عرض کیا ہے۔ چونکہ سن ہجری کا آخری مہینہ ذوالحجہ آنے والا ہے جس میں فریضہ حج ادا کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ "رسم قربانی" ادا کی جاتی ہے ——— اس ضمن میں چند گذارشات پیش ہیں:

اس مہینہ کے بے شمار فضائل میں سے ایک وہ روایت ہے جسے امام ترمذی قدس سرہٗ نے نقل کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے عشرہ ذی الحج سے بہتر کوئی زمانہ نہیں۔ ان میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور ایک رات کی عبادت کرنا شب قدر کے برابر ہے۔

قرآن مجید کی سورۂ فجر کا جو ٹکڑا آپ نے سنا اس کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ فجر اور دس راتوں کی قسم کھاتے ہیں۔ جمہور علماء امت کے نزدیک دلیال عشرے سے یہی ذوالحجہ کی دس راتیں مراد ہیں۔ بالخصوص نویں تاریخ یعنی عرفہ کا دن، کہ اس دن روزہ رکھنا ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کا کفارہ ہے اور شب عید میں بیدار رہ کر عبادت میں مشغول رہنا بہت بڑی فضیلت اور ثواب کا کام ہے ——— یہی یوم عرفہ ہے جس دن دنیا بھر کے صاحب استطاعت مسلمان ایک سے لباس میں ملبوس میدانِ عرفات میں اکٹھے ہو کر اپنی اور امت مسلمہ کی صلاح و فلاح کی فریاد کرتے اور اپنے گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں ——— اس دن کا تصور کریں لاکھوں انسان سر دل سے ننگے کفن کا سا لباس پہنے موسمی تلخیوں سے بے نیاز ہو کر جب اجتماعی لبیک کہتے ہوں گے اور رو رو کر زاری و فریاد کرتے ہوں گے تو آسمان کے فرشتے ان پر کیونکر رشک کرتے ہوں گے۔ ایسے وقت رحمت خداوندی جھوم جھوم جاتی ہے مولائے کائنات کو اپنے بندوں پر پیار آ جاتا ہے اور وہاں موجود کشتگانِ عشق کی آہوں اور سسکیوں کے صدقے خدا کا عذاب اور اس کی گرفت ٹل جاتی ہے۔

عزیزان گرامی! امتِ مسلمہ موجودہ دور میں اجتماعی طور پر بے محابا خرابیوں اور گناہوں کا شکار ہے۔ تاہم خدا کی زمین ایسے ارباب صدق و صفا سے خالی نہیں جو یادِ الٰہی میں اپنا وقت خرچ کرتے اور اس بے نیاز کی نیازمندی میں لگے رہتے ہیں انہی نیک فطرت لوگوں کی دعاؤں

(باقی ۸ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

براہیمی قربانی

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ، فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ...... وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ - صدق اللہ العلی العظیم (الصافات ۱۰۰ تا ۱۱۳)

محترم حضرات و معزز خواتین!

سورۂ بقرہ کی آیت ۱۲۴ کی روشنی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جن چار آزمائشوں کا حضرت لاہوری قدس سرہٗ نے ذکر کیا ہے اس میں چوتھی آزمائش و امتحان "اپنے اکلوتے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کے لئے تیار ہونا ہے"۔ قرآن عزیز کے چند مقامات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بڑھاپے کی منزل میں پہنچ گئے اور آپ کی عصمت مآب بیوی بھی بوڑھی ہو گئیں لیکن اولاد کی خواہش و تمنا تو ہر کسی کو ہر وقت رہتی ہے چاہے پیغمبر ہو یا کوئی دوسرا ، بلکہ شاید بوڑھا ہونے پر یہ خواہش مزید بھڑک اٹھتی ہے —— چنانچہ تلاوت شدہ آیات میں سے پہلی آیت اسی خواہش کی غماز ہے —— رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ - یعنی اے میرے رب ! مجھے ایک صالح (لڑکا) عطا کر"۔ اللہ تعالےٰ نے اس خواہش و تمنا کو پورا فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے - فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ - پس ہم نے اسے ایک لڑکے حلم والے کی خوشخبری دی —— یہ لڑکا اسمٰعیل تھا جسے بعد میں تاج رسالت سے نوازا گیا جو "ذبیح اللہ" کے لقب گرامی سے ملقب ہوئے جنہیں اپنی عصمت مآب والدہ ماجدہ کے ساتھ بالکل نوعمری کے عالم میں حرم مکی میں بسنے کا شرف حاصل ہوا اور جن کی ایڑیوں کی رگڑ سے "زمزم" کا چشمہ اور کنواں پیدا ہوا - ہمارے عیسائی دوست واقعہ قربانی کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن وہ حضرات انبیاء بنی اسرائیل کے جد امجد سیدنا اسحٰق علیہ السلام کو "ذبیح اللہ" قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہ قرآن کی رو سے درست ہے نہ انجیل کی رو سے - قرآن عزیز نے اس واقعہ ذبح کو تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد پھر ارشاد فرمایا —— وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (آیت ۱۱۲) اور ہم نے اسے (ابراہیم علیہ السلام کو) اسحٰق کی بشارت دی کہ وہ نبی (اور) نیک لوگوں میں سے ہوگا۔

حلم و بردباری کی مثال

بہر حال اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو پہلے نمبر پر جس صاحبزادے کی بشارت دی وہ اسمٰعیل علیہ السلام تھے - انہی کے متعلق سورۂ مریم میں ہے اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا - اور بے شک وہ وعدہ کے سچے اور نبی و رسول تھے - مزید ہے کہ "وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے اور اپنے رب کے یہاں پسندیدہ تھے ——

اس اولوالعزم اور بلند بخت بچہ کے سلسلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو مرتبہ آزمائش سے دو چار ہونا پڑا - جن میں ایک آزمائش بچپن سے متعلق تھی یعنی انہیں اپنی والدہ سمیت وادی غیر ذی زرع میں چھوڑنا (دیکھیں سورہ ابراہیم علیہ السلام) اور ایک مرتبہ جب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو انہیں ذبح کرنے اور ان کی قربانی کا حکم ہوا — قرآن کی متعلقہ آیات کا ترجمہ یہ ہے :-

"پھر جب وہ اس کے ہمراہ چلنے پھرنے لگا کہا (ابراہیم علیہ السلام نے). اے بیٹے ! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں (حضرات انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں" (حضرت لاہوری قدس سرہٗ) کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں - پس دیکھ تیری کیا رائے ہے ؟ کہا (اسمٰعیل علیہ السلام نے) اے ابّا! جو حکم آپ کو ہوا ہے کر دیجئے - آپ مجھے انشاءاللہ صبر کرنے والوں میں پائیںگے"۔ (ترجمہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ تعالےٰ)

حضرات انبیاء علیہم السلام کا معاملہ اپنے رب کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ وہ حالت نوم میں بھی اپنے رب سے غافل نہیں ہوتے سرکار دو عالم علیہ السلام اسی لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ہماری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتے - دل اس حال میں بھی اپنے رب کی طرف متوجہ رہتے اور ان کا رابطہ برابر حضرت حق سے رہتا ہے اس لئے کوئی سا وقت ہو ان کے منہ سے جو نکلے ، ان کے ذہن میں جو ڈالا جائے وہ وحی ہوتا ہے اس ضمن میں ایک واقعہ یاد آیا مشہور صحابی بن صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ان صحابہ میں سے ہیں جن سے بکثرت روایات منقول ہیں ان کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ جو کچھ سنتے اسے نقل کر لیتے - کچھ دن گذرے تو ان کے بعض رفقاء نے ان سے کہا کہ میاں ! سرکار دو عالم علیہ السلام آخر انسان ہیں اور انسان کے حالات مختلف ہوتے ہیں کبھی غصہ کبھی خوشی وغیرہ ذالک ، اس لئے ہر بات نہ لکھنا چاہئے —— چند دن گذرے سرکار دو عالم نے ان سے کتابت کا مشغلہ ترک کر دینے کی وجہ پوچھی تو آپؓ نے اپنے رفقاء کی بات نقل کی - آپ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا میرا بشر و انسان ہونا اپنی جگہ لیکن مجھے اپنے خالق و مالک کی قسم اس زبان سے ہر وقت حق ہی نکلتا ہے -

تو عرض یہ ہو رہا تھا کہ پیغمبر پیغمبر ہے - اس پر کوئی حال آئے اس کی پیغمبرانہ حیثیت متاثر نہیں ہوتی - سوتے میں خواب آتا ہے تو بھی وحی ہی ہوتا ہے چنانچہ خلیل علیہ السلام کو صاحبزادے کی قربانی کا خواب آیا - تو آپ نے اس کی کسی قسم کی تاویل نہ کی نہ اسے چھپایا ، ان کے خدا کے سوا کسی کو ظاہر ہے علم نہ تھا چھپانا چاہتے تو کسے علم تھا - اور تاویل کرنا چاہتے تو کسے علم تھا اور تاویل کرنا چاہتے تو کون سی مشکل تھی لیکن وہ پیغمبر تھے "مسلم حنیف" تھے - اپنے رب کی اطاعت و وفاشعاری ہی ان کا سرمایہ تھا اس لئے اپنا خواب صاحبزادے میاں کو کہہ سنایا — صاحبزادے میاں گو باقاعدہ و باضابطہ منصب نبوت کی ذمہ داریوں سے سرفراز نہیں ہوئے تھے لیکن ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کے مصداق بلوغت و شیخوخت کے

بعد جس نے نبی ہونا تھا اس کا بچپن اور جوانی بھی مثالی ہوتی ہے ——— وہ پیکرِ حسن ہوکر اور چند در چند کمروں میں بند ہوکر وقت کی رانی اور ملکہ معظمہ کی خواہش نفس کو "معاذ اللہ" کہہ کر ٹھکرا دیتا ہے ———

فرزند عزیز نے عرض کیا۔ ابّا! اس میں مجھ سے استصواب کی غرض ؟ مالک و مختار کا حکم ہے تو یہ گردن حاضر ہے اور آپ دیکھیں گے کہ آپ کی تربیت کیسے رنگ لاتی ہے۔ تڑپنا پھڑکنا نہیں ہوگا ——— بلکہ اللہ کے کرم اور اس کی عنایت سے صبر و شکر کے ساتھ چھری کی کاٹ برداشت کروں گا ——— اس گفتگوئے باہمی کے بعد کیا ہوا؟ قرآن سے سنیں۔ ارشاد ہے۔

"پس جب دونوں نے تسلیم کر لیا اور اس نے (ابراہیم علیہ السلام نے) اسے (اسمٰعیل علیہ السلام کو) پیشانی کے بل ڈال دیا، اور ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیمؑ! تو نے خواب سچّا کر دکھایا۔ بے شک ہم اسی طرح نیکو کاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ البتہ یہ صریح آزمائش ہے۔"
(ترجمہ شیخ الامام لاہوریؒ)

گویا باپ بیٹے کے سرِ تسلیم خم کرنے اور براہیمی خواب کے پورا ہونے کی گواہی حضرت حق نے دی اور یہ بھی فرما دیا نیکوکار اسی طرح اپنے رب سے جزا پاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بڑی آزمائش تھی معمولی درجہ کا مسئلہ نہ تھا آفریں ہو اس باپ بیٹے پر جنہوں نے اس آزمائش کو بھی پورا کر دکھایا پھر خدائے بزرگ و برتر نے فرزند عزیز کی جگہ جنّتی بینڈھا عوضانہ میں عطا فرمایا جو ذبح ہوا (آیت ۱۰۷) اور نہ صرف اس وقت بینڈھا ذبح ہوا بلکہ اس رسم ایثار و قربانی کو آئندہ نسلوں کے لئے ایک عمل خیر و برکت کے طور پہ ضروری و لازم قرار دیا ——— جیسا کہ آیت ۱۰۸ میں موجود ہے۔ اور اسی بات کو حضرت محمّد کریم، رسول رحمت، امام الانبیاء علیہ السلام نے اپنے خدام کے سوال کے جواب میں یوں ذکر کیا کہ سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْم۔ کہ یہ قربانیاں تمہارے ابّا ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہیں ———

قربانی حضرت ابراہیم

خلیل اللہ علیہ السلام سے پہلے بھی تھی جیسا کہ قرآن کریم کی تصریح سورۃ حج میں موجود ہے۔ لیکن جس انداز سے آج ہمارے یہاں قربانی کا سلسلہ ہے یہ براہیمی یادگار ہے اور ہم خوش قسمت کہ مینڈھے یا دوسرے جانوروں پر گلو خلاصی ہو گئی۔ ورنہ اگر اسمٰعیل علیہ السلام کی رگِ حیات کٹ جاتی تو پھر سوچیں کہ ہم کس موڑ پر ہوتے؟

بہرحال ابراہیم علیہ السلام چوتھی اور آخری آزمائش میں بھی کمال درجہ شاندار طریقہ سے کامیاب ہوکر نکلے اور یوں انہیں دنیا کی پیشوائی ملی۔

قربانی کا فلسفہ اور ہماری ذمہ داریاں ایک الگ موضوع ہے زندگی اور صحت نے وفا کی تو یہ قصّہ اگلے جمعہ۔

بقیہ : مجلس ذکر

اور رونے دھونے کا نتیجہ ہے کہ دنیا قائم ہے۔ حدیث میں ہے لا تقوم الساعۃ حتی یقال فی الارض اللّٰہ اللّٰہ کہ جب تک زمین میں اللہ اللہ کرنے والے موجود رہیں گے اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔

نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ، قربانی جتنی عبادات ہیں سب قرب الٰہی اور اللہ کی یاد کا ذریعہ ہیں۔ بعض مہینے بعض ایام اور بعض راتیں اس مقصد کے لئے بڑی بابرکت ہوتی ہیں ——— عشرہ ذی الحجہ ایسا ہی ہے جو ہمارے سروں پر جلوہ فگن ہونے والا ہے اس کی قدر کریں۔

افاداتِ امام ابنِ قیّمؒ

انسان کی سعادت و کمال کا راستہ

خالد مسعود صاحب

انسان کی دو قوتیں ہیں۔ ایک علمی و نظری قوت اور دوسری عملی و ارادی قوت۔

انسان کی کامل سعادت کا انحصار علمی و ارادی دونوں قوتوں کا کمال حاصل کرنے پر ہے۔

علمی قوت کا کمال اس وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے، اس کے اسماء و صفات کی معرفت حاصل کرے۔ اس رستہ کو جانے جو خدا تک لے جاتا ہے۔ اس رستے کی آفات سے واقف ہو۔ اور اپنی ذات کی حقیقت اور اس کے عیبوں کو جانتا ہو ——— ان پانچ چیزوں کی معرفت حاصل ہونے سے قوت علمی کو کمال حاصل ہوتا ہے اور جو شخص ان کو سب سے زیادہ جانتا اور سمجھتا ہے وہ حقیقت کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے بڑا عالم ہوتا ہے۔

عملی و ارادی قوت کا کمال اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک آدمی بندوں پر خدا کے حقوق کی رعایت کو ملحوظ نہ رکھے اور نیک نیتی اور پختگی۔ خیر خواہی، احسان اور فرمانبرداری کے ساتھ ان حقوق کو ادا نہ کرے پھر وہ یہ جذبہ بھی نہ رکھتا ہو کہ خدا کا اس پر بہت احسان ہے لیکن وہ خدا کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے۔ جب وہ اپنی معمولی خدمت کو خدا کے حضور پیش کرنے سے شرماتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کی علمی و ارادی دونوں قوتیں خدا ہی مدد سے کامل ہو سکتی ہیں وہ اس صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی پانے کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے۔ جس کی طرف خدا نے اپنے اولیاء اور خاص بندوں کو ہدایت دی اور اس رستے سے نکل جانا اسے پسند نہیں ہوتا تو وہ اپنی عملی قوت کو کامل کرتا ہے۔

اگر قوت علمی میں فساد واقع ہو جائے تو انسان گمراہی میں پڑ جاتا ہے اور اگر قوتِ عملی میں فساد واقع ہو جائے تو یہ اس پر خدا کا غضب لاتی ہے۔ انسان کو کمال اور سعادت ان تمام چیزوں کا احاطہ کئے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ سورۂ فاتحہ نے اس مضمون کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے الحمد للّٰہ رب العالمین ۰ الرحمٰن الرحیم ملک یوم الدین ۰ "شکر کا سزاوار پروردگار عالم ہے جو رحمان و رحیم ہے اور روزِ جزا کا مالک ہے"۔

ان آیتوں میں پہلی بنیاد بیان ہوئی۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی ذات۔ اس کے اسماء و صفات اور اس کے افعال کی معرفت یہاں خدا کے جو نام بیان ہوئے ہیں یہ اسمائے حسنہ کی بنیاد ہیں اسم اللہ الوہیت کی صفات کو سمیٹے ہوئے ہے۔ اسم رب ربوبیت کی صفات، اسم رحمٰن اس کی احسان بخشش اور کرم کے

صفات کو متضمن ہے۔ جہاں تک اللہ تعالےٰ کے باہمی اسماو کا تعلق ہے وہ تمام انہی اسمار کے گرد گھومتے ہیں۔

آگے فرمایا۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ "(اے خدا) ہم تیری ہی بندگی کرتے اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں"۔ یہ آیت اسی رستے کی معرفت عطا کرتی ہے جو خدا تک لے جانے والا ہے۔ اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ آدمی ایک خدا کی عبادت کرے اور وہ کام کرے جن سے خدا خوش ہوتا ہے اور خدا کی اطاعت پر اس کی مدد کا طالب ہو۔ آیت اھدنا الصراط المستقیم "ہمیں سیدھے رستے پر چلنے کی توفیق دے"۔ اس مضمون کو سمیٹے ہوئے ہے کہ بندے کی سعادت کا اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ وہ صراط مستقیم کے اوپر جما رہے اور یہ استقامت بھی خدا کی ہدایت ہی سے حاصل ہوتی ہے جس طرح خدا کی عبادت اس کی مدد ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا صراط مستقیم کی طرف ہدایت کا ذریعہ خدا کی توفیق اور ہدایت ہی سے ہے۔

غیرالمغضوب علیھم ولاالضالین "ان لوگوں کا رستہ نہیں جن پر غضب ہوا اور جو گمراہ ہوئے"۔ یہ آیت صراط مستقیم سے انحراف کے دو پہلو بتاتی ہے ان میں سے ایک طرف کو انحراف کرنے کا نتیجہ گمراہی ہے یعنی علم و اعتقاد کا فساد اور دوسرے پہلو کے اختیار کرنے کا نتیجہ غضب ہے جس کا سبب ارادہ اور عمل کا فساد ہے۔

گویا سورۂ فاتحہ کا پہلا حصہ رحمت درمیانی حصہ ہدایت اور آخری حصہ نعمت ہے۔ ایک بندے کو نعمت کا اتنا ہی حصہ حاصل ہوتا ہے جس قدر اسے ہدایت نصیب ہوتی ہے اور ہدایت آدمی کو اتنی حاصل ہوتی ہے جتنا وہ رحمت کا حصہ پاتا ہے۔ پس تمامتر معاملہ خدا کی نعمت اور رحمت کی طرف لوٹ جاتا ہے اور یہ دونوں ربوبیّت کے لوازم میں سے ہیں۔ خدا کے رحیم و منعم ہونے ہی سے اس کی الوہیّت ثابت ہو جاتی ہے یعنی وہی معبود برحق ہے خواہ انکار کرنے والے اس کا انکار کریں اور مشرکین اس کے ساجھی ٹھہرائیں۔

پس جو شخص سورۂ فاتحہ کے معانی پر علم و عمل اور معرفت ہر پہلو سے عبور حاصل کرلے تو گویا اس نے کمال میں بڑا حصہ پایا۔ اس کی عبودیّت ان لوگوں کی خاص عبودیت ہوگی جس عبودیت نے ان کے درجے عام عبادت گذاروں سے بلند کر دئے ہیں۔

بقیہ : استحکام پاکستان

پاکستان کے دشمن ہیں اور بنابریں خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔

کاش کہ مولانا عثمانی، مولانا سیالکوٹی مولانا غزنوی پھر سے اس اتحاد و اتفاق کا زریں نمونہ اس پاکستان کو دیں جس میں آج مختلف فکروں کی جنگ جاری ہے بقول دانش:

؎ اگر جرم ہے انسان کو جگانا
تو میں مجرم ہوں مجھے مجرم بنالو

اتفاق میں برکت اور اتحاد میں سرفرازی ہے:

؎ جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ سمجھا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

کاش کہ اتحاد کی نورانیت افتراق کی ضلالت پر چھا کر استحکام پاکستان کے لئے بہتر بن جائے۔

ہمارے چند قابلِ توجّہ قومی و ملّی مسائل

- نظام عشر
- اسلامی معیشت
- اسلامی نظام کے نفاذ کا معاملہ
- نظامِ تعلیم
- مسئلہ افغانستان
- فرقہ واریت

> مجلس شوریٰ کے معاملہ میں ہماری رائے واضح ہے لیکن اچھی بات کوئی کہے کہیں کہے اس کا ذکر بُری بات نہیں بلکہ اچھا ہے۔ (ادارہ)

توجب کسی معاملہ میں اللہ کی طرف سے مدد شامل نہ ہو بلکہ اعلانِ جنگ ہو تو اس سے کیسے ترقی حاصل ہوسکتی ہے۔ آج اسرائیل ایک غنڈہ اور ڈاکو بنا ہواہے۔ یہ عزت کی نہیں ذلت کی بات ہے۔ خونخوار درندہ معزز نہیں کہلاتا۔ امریکہ ایک خونخوار بھیڑیا بنا ہوا ہے۔ ہر وقت یہ لوگ بحران کے شکار ہیں۔ ظاہری ٹیپ ٹاپ کو نہ دیکھیں بلکہ سیاسی اقتصادی بحرانوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان کا معاشی نظام ہر وقت بحران میں ہے یہ اس سودی نظام ہی کے اثرات ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فاذنوا بحرب من اللّٰہ ورسولہ۔

۳۵ سال کی طویل رات

ہم ہر معاملہ میں کہتے ہیں کہ بھئی راتوں رات تبدیلی نہیں ہوسکتی بھئی ٹھیک ہے کہ راتوں رات تو تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر ایک رات ۳۵ سال طویل ہو جائے پھر تو ۳۵ سال کی رات میں بہت کچھ کیا جاسکتا ہے۔ اس رات کو جلد ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ صبح امید کا انتظار کب تک ہوگا۔ اُسے جلد صبح بنا دینے میں کیا رکاوٹ ہے اس کی ایک مثال دیتا ہو۔ کہ آج سے دس سال قبل میرے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم نے ۵ جون ۱۹۷۳ء کو اسی اسمبلی میں ایک قرار داد پیش کی کہ سودی نظام کا خاتمہ کر دیا جائے۔ فاضل ارکان اور ممبران نے اس پر ہر ہر گوشے سے بحث میں حصہ لیا ہے۔ مگر اکثریتی پارٹی کا دَور تھا۔ انھوں نے تقریروں میں کہا کہ سودی نظام کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اور ۲۹ جون ۱۹۷۳ء کو تالیوں کی گونج میں اکثریتی پارٹی یعنی حکومت نے اس قرارداد کو مسترد کر دیا۔ (شیم شیم کی آوازیں) جیسے کل یہاں کسی مغالطہ کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے حمزہ صاحب کی قرارداد مسترد کر دی گئی۔ جو سامان تعیش کو ختم کردینے کے بارہ میں تھی، جس کا اچھا اثر باہر نہیں پڑا ہوگا۔ اور حالانکہ شاید مسترد نہیں کی گئی تھی کسی مغالطہ سے ایسا ہوا کیونکہ ارکان نے تقریروں میں زور شور سے اس کی تائید کر دی تھی تو ہمیں اس ایوان سے باہر یہ بات پہنچانی چاہئے کہ ہم تعیشات کے درآمد کے لئے یہاں نہیں بیٹھے ہیں۔ ہم اسے ختم کرنا چاہتے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں۔ تو اس غلط فہمی کا ازالہ بھی ہونا چاہئے۔

بہرحال اس قرار داد پر دس سال گذرے مگر ہم نے سودی نظام کو ختم کرنے کے بارہ میں کیا کیا؟ یہاں تک کہ آج اسی مولانا عبدالحق صاحب کا بیٹا کھڑا ہے۔ اور ساری بات اسی موڑ پر اسی اسٹیج پر ہے۔ اور ان کا بیٹا سود کے خاتمہ کی اپیل کر رہا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ طویل رات اگر اور بھی لمبی ہو گئی تو شاید ایسا ہو کہ دس سال بعد مولانا کا پوتا پھر یہاں کھڑا ہو اور پھر یہ قرار داد پیش کر رہا ہو اگویا نسلیں نسلیں کسی خرابی کے ازالہ میں لگی رہیں گی مگر رات کا خاتمہ نہیں ہوگا۔

خدا کے لئے جب ہم کسی سمت میں کھڑے ہوگئے ہیں تو کچھ تو قدم بڑھانا چاہئے۔ یہاں ہر شخص کہتا ہے کہ سودی نظام ختم کیسے ہوگا؟ اور ہر شخص کہتا ہے

کہ میں ایسی رپورٹ بنا کر پیش کر دوں گا۔ کل ہمارے مولانا (مولانا عبدالمالک کاندھلوی) نے بھی ایسی ہی پیشکش کر دی۔ ہمارے مولانا کے جذبات بڑے قابلِ قدر تھے۔ لیکن ایسا بھی تو نہیں کہ ہم آج اچانک آسمان سے اتر پڑے ہیں اور اسلامی نظام بھی اچانک کہیں نازل ہو گیا ہے اور ہم چودہ سو سال خلاء میں رہے۔ اور آج ہمیں ہر ہر چیز کی تلاش کرنی ہے۔ جبکہ ان چودہ سو سال میں ہماری ہر ہر چیز مرتّب مدوّن شکل میں موجود ہے۔ ہماری حکومتیں صدیوں قائم رہی ہیں اور نئے حالات اور سانچوں کے مطابق بھی اس پر محنت ہوتی رہی ہے۔ آج سے کئی سال قبل ہمارے اسلامی نظریاتی کونسل سے بڑی محنت سے ایک ورک پیپر تیار کیا۔ پھر اس بارہ میں ممتاز ماہرین معاشیات اور بنکاروں کا ایک بہت بڑا پینل بنایا۔ تین سال وہ مسلسل لگا رہا اور چار سو صفحات میں اس نے بلاسودی نظام کا ایک ایسا خاکہ پیش کر دیا۔ ایک ایسا نظامِ معیشت ہمارے سامنے رکھ دیا کہ دنیا نے اس کی تحسین کی اور سعودی عرب نے مبارکباد دی۔ رابطہ عالمِ اسلامی نے اسے سراہا۔ یہ ہمارے پاکستانی ماہرین معاشیات تھے جنھوں نے عالمِ اسلام کو ثابت کر دکھایا کہ سارا اقتصادی نظام بلاسودی معیشت پر یہاں قائم کیا جا سکتا ہے۔ ہم ہر رپورٹ کو پیچھے ڈال دیتے ہیں اور ہر معاملہ میں ایک نئی رپورٹ کے لئے نئی کمیٹی تشکیل دے دیتے ہیں ہر مسئلہ میں ہم ایک اور کمیٹی بنا لیتے ہیں۔

اسلامی نظام اور مجلسِ شوریٰ

آج ہم نے جب بجٹ کا جائزہ لینا ہے تو خدا کے لئے میرے یہ دو منٹ ناگوار نہ گذریں۔ ہم مالیات کا تو میزانیہ لگاتے ہیں اور تخمینہ کمی بیشی کا لگاتے ہیں۔ ہم آج اس مجلس شوریٰ کا بھی کچھ میزانیہ اور تخمینہ لگا لیں۔ چھ مہینے ہمیں گذر گئے جنوری سے لے کر آج جون کا اختتام ہونے کو ہے۔ یہ ہمارا نصف سال ہے مالیاتی نظام کا تو ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہم نے اسلامی نظام کا نعرہ بلند کیا تھا تو ہم نے اس معاملہ میں یہ گاڑی کہاں تک آگے بڑھائی ہے۔ کچھ قدم ہم نے اٹھایا بھی ہے یا ہنوز روزِ اول اول است۔

میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ بدقسمتی سے وہ صورت بہتر ہوتی کہ صدر مملکت ان امور کے لئے ایک آرڈیننس کر لیتے اور آرڈیننس سے اسلامی نظام کا نفاذ کرایا جاتا۔ اس کے لئے یہ شوریٰ تو ایسی ثابت ہوئی کہ مثل ہے کہ بارش سے بھاگتے تھے مگر پرنالے کے نیچے رات بسر کرنی پڑی۔

جنابِ والا! تو معاملہ کچھ آگے بڑھانے کا ہے۔ ہمیں انتظار تھا کہ جنابِ وزیرِ خزانہ نئے بجٹ میں کچھ ایسی سکیمیں پیش کریں گے جس کو بلاسودی معیشت کی طرف پیش رفت کہا جاسکے گا جبکہ یکم جنوری ۱۹۷۹ء کو صدر پاکستان نے وعدہ کیا تھا۔ کہ تین سال کے اندر پاکستان سے سودی نظام کا بالکل خاتمہ کر دیا جائے گا اور تینوں سالوں کا یہ آخری سال تھا اور ہمیں انتظار تھا کہ رب العالمین اور ملّت سے کئے گئے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے کچھ پیش رفت کی جائے گی۔ مگر جو نئی سکیم سامنے آئی وہ بھی سودی خطوط پر استوار، بہرحال سودی معیشت اور ان کاموں کے لئے ہمیں کسی نئی کمیٹی اور لمبی چوڑی رپورٹوں کے چکر میں نہیں پڑنا چاہئے، اخلاص سے اگر ہم عملی قدم اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ راستہ آسان کر دے گا۔ اب ایک کمیٹی نے رپورٹ پیش کر دی تو دوسری کمیٹی اس پر غور کرے گی۔ پھر ایک تیسری کمیٹی اس پر غور کرے گی۔

کمیٹیوں کا نہ ختم ہونیوالا چکر

اور یہ ایک عام بات ہے کہ جو کام التوا میں ڈالنا ہو اس کو کمیٹیوں کے سپرد کر دیجئے۔ پھر وہ سلسلہ دراز ہوتا چلا جائے گا اور ختم ہی نہیں ہوگا۔ ہمارے ایک دوست نے قِصّہ سنایا کہ جہانگیر بادشاہ کی ملکہ سے غلطی سے تیر کسی دھوبی کو لگ گیا اور وہ قتل ہوا۔ اس کی بیوی دھوبن چیختی چلاتی بادشاہ کے پاس فریاد لے کر پہنچی۔ اب عدلِ جہانگیر تو مشہور تھا ہی۔ جہانگیر پریشان ہوگئے کہ اب کیا کیا جائے گا، قصاص میں ملکہ قتل ہونے کا خطرہ ہوا تو ایک وزیر نے کہا کہ پریشان ہونے کی کیا بات ہے کمیٹی بنا لیں گے۔ جہانگیر نے جھنجھلا کر کہا کہ اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ تم نے کمیٹی کمیٹی کی کیا رٹ لگا رکھی ہے۔ کام کی بات کرو۔ وزیر نے کہا حضور کمیٹی قائم کر دیجئے وہ تحقیقات کرے گی کہ تیر کس قسم کا تھا؟ کس سائڈ سے آیا؟ ملکہ کس

حالت میں تھی؟

اس ضمن میں ایک اور لطیفہ سُناتا جاؤں کہ ایک مولوی جو درحقیقت عالم نہیں تھا مگر خواہ مخواہ مولویت کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھا۔ خواہ مخواہ عالم بننے کی کوشش کر رہا تھا تو ایک صاحب نے آکر مسئلہ پوچھا کہ کنوئیں میں چوہا گر گیا ہے اب کتنے ڈول نکالے جائیں کہ کنواں پاک ہو؟ مولوی بہت چالاک تھا اسے مسئلہ معلوم نہیں تھا تو سوال کرنے والے سے کہا کہ چوہا کس سمت سے آیا تھا؟ کس سپیڈ سے آ رہا تھا کس انداز سے وہ کنوئیں میں گرا تھا؟ ایسے بیشمار سوالات اور نکتے نکال کر اُسے واپس کر دیا کہ جا کر یہ سب باتیں معلوم کر کے آؤ تب مسئلہ معلوم ہو سکے گا۔

بہرحال اس کمیٹی نے تحقیقات شروع کیں۔ جہانگیر نے کہا کہ بھئی اگر کمیٹی نے دھوبن کے حق میں فیصلہ دے دیا کہ دھوبی کے قصاص میں ملکہ کو قتل کیا جائے تو وزیر نے کہا پھر ایک دوسری کمیٹی بنا لیں گے کہا اگر اس نے بھی فیصلہ دے دیا، کہا کہ پھر اس کے اوپر ایک اور بڑا کمیشن بٹھا دیں گے اور اس طرح کمیشن بیٹھتے رہیں گے ۔ جب تک کہ دھوبن مر نہ جائے اور دھوبن مر جائے تو قصاص کا مطالبہ ہی ختم ہو جائے گا۔

نماز راہِ نجات ہے

لہٰذا

بروقت ادا کیجئے!

جمہوریت اور الیکشنوں سے اسلامی نظام لانا مشکل ہے

میں ضمناً ایک بات بھی عرض کروں کہ اسلام، اسلام، اسلام کا نعرہ تو ہمیشہ لگایا جاتا ہے۔ مگر اسلام کو نافذ کرنے کا جو موقعہ اللہ نے ہمیں اس وقت دیا ہے۔ نہ ماضی میں تھا نہ مستقبل میں ملے گا۔ اگر یہ موقعہ بھی ہم نے ضائع کر دیا۔ تو پھر اور طریقوں سے یہاں اسلام نہیں لایا جا سکتا۔ یہاں شخص واحد اور مجلس شوریٰ مل کر بھی جو کام نہ کر سکے تو وہ الیکشنوں کے ذریعہ یا مروجہ جمہوریت کے ذریعہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بدقسمتی سے ہمارے بہت سے دوست ہیں۔ علماء کرام میں سے، وہ بھی الیکشن کے پیچھے مر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آئندہ ڈیڑھ سو سال میں بھی ہم مروجہ طریقوں کے الیکشن کے ذریعہ یہاں اسلام ہرگز ہرگز نافذ نہیں کر سکتے۔ یہاں صالح اور اچھے دین سے محبت رکھنے والے لوگ ہرگز الیکشن کے ذریعہ اس اسمبلی میں نہیں بٹھا سکتے۔ یہاں سئور اور زنا کے بارہ میں قراردادیں پیش ہوتی رہیں اور تالیوں کی گونج میں اُسے مسترد کیا جاتا رہا۔ (شیم، شیم کی آوازیں)

اس جمہوریت کے پیچھے ہم کیا پڑے ہوئے ہیں۔ یہاں مولانا عبدالحق صاحب میرے والد ماجد نے فحاشی کے خلاف ایک قرارداد پیش کی تو اکثریتی پارٹی کے ارکان نے انہیں کہا کہ مولانا آپ کو روحانیت کا کیا علم ہے۔ وہ تو کوٹھے پر سیکھی جاتی ہے۔ یعنی وہ تو ناچ گانے کے کوٹھے پر سیکھی جا سکتی ہے اور تم لوگ وہاں جاتے نہیں ہو۔ تم موسیقی اور رقص و سرود کا مزا کیا جانو وہ تو روحانیت کا ذریعہ ہے۔ تو ایک یہ دَور تھا اور الحمدللہ کہ اس دَور کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک موقعہ دیا۔ عالمِ اسلام کی نظریں آپ پر لگی ہوئی ہیں۔ تو خدا کے لئے اس کام میں صدر صاحب کا ہاتھ بٹائیں۔ ان کو مجبور کریں ان کا محاسبہ کریں، ان پر تنقید کریں کہ خدارا ہم پر بھی اور ملک پر بھی رحم کیجئے اور اس کام کو جلدی سرانجام دیں۔

لادینی عناصر اور اسلامی نظام کے طعنے

جو فتنے اُٹھ رہے ہیں ہمارے خلاف اور آج ارد گرد کا سارا نقشہ آپ کے سامنے ہے۔ اُدھر ہمارے دوست لوگوں کو گمراہ کر رہے۔ اس کو بھی اسلام کا درد کھائے جا رہا ہے۔ وہ بھی کہتا ہے کہ اسلام تو ایک آرڈیننس کے ذریعہ نافذ ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایک سیکولر ذہنیت کے شخص کو اسلام سے کیا ہمدردی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جنرل ضیاء الحق کے گریبان میں ہاتھ ڈالیں گے تو ہم ڈالیں گے کہ بھائی تم اسلام کو نافذ کیوں نہیں کرتے ہو۔ لیکن جب پیپلز پارٹی اسلام کے طعنے دیتے ہیں۔ تو انہیں تو اصل درد یہ ہے کہ یہ شخص اسلام لاتا کیوں ہے

- - - - - - - - - -

لیکن دشمن کو نہیں چھوڑیں گے

- - - - - - - - - -

محمد شفیع عمرالدین
میرپور خاص سندھ

بیوی کا حق

ایک شخص کا اپنی بیوی کے ساتھ کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ مگر اس نے جلد ہی اس کے ساتھ صلح کر لی۔ اور اسے راضی کر لیا۔

جب یہ شخص حضرت سیدنا مولنا خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے اسے نصیحت کی کہ بیٹا! عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیئے۔

اس شخص نے عرض کی کہ حضرت! معمولی بات پر میرا بیوی سے جھگڑا ہو گیا تھا، مگر میں نے فوراً صلح کر لی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ جس حد تک ممکن ہو، عورتوں کی رعایت کرنی چاہیئے۔ اور ان کے ساتھ جھگڑے کی نوبت نہ آنے دینی چاہیئے۔ (انیس الطالبین ص۱۵)

اس نصیحت میں قرآن مجید اور حدیث شریف کے احکام کا خلاصہ پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ج

(النساء آیت ۱۹)

ترجمہ: اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کرو۔

اس آیت کریمہ میں شوہروں کو عورتوں کے ساتھ حسن معاشرۃ کا حکم دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ حسن و خوبی سے گزران کرو۔ یعنی حسن اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ اور نان و نفقہ کی خبر گیری رکھو۔ اور اگر کئی بیویاں ہوں، تو عدل و انصاف کو ملحوظ رکھو۔

پس اگر کسی وجہ سے تم ان کو ناپسند کرو، تو صبر اور تحمل سے کام لو۔ شاید اس کی کوئی چیز تم کو ناپسند ہو، اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت ہی خیر اور خوبی پیدا کر دے۔ یعنی اگر تم کو کسی وجہ سے اپنی بیویاں ناپسند ہوں، تب بھی ان کے ساتھ حسن اخلاق اور خوبی اور نرمی کے ساتھ معاملہ کرنا چاہیئے۔ شاید ان سے کوئی اولاد صالح پیدا ہو جائے۔ جو دنیا و آخرت میں تمہارے کام آئے، تو اس وجہ سے تمہاری کراہت و نفرت مبدل بہ محبت ہو جائے گی۔ یا مثلاً اگر بیوی کچھ بدصورت ہے، مگر سیرت و عادت کے لحاظ سے اچھی ہے، تو اس کی ظاہری صورت پر نظر نہ کر کے حسن سلوک کرے غرض یہ ہے کہ اس آیت میں اس امر کی "ہدایت" کی گئی ہے کہ اگر کسی وجہ سے بیوی ناپسند ہو تو اپنی طبیعت پر جبر کر کے صبر اور تحمل سے کام لو۔ اگر ان میں کوئی ناپسند ہو، تو شاید کچھ خوبی بھی ہو۔ اور اقل درجہ یہ ہے کہ صبر کا اجر تو کہیں ضائع نہیں ہو سکتا۔

(معارف القرآن شیخ التفسیر والحدیث مولنا محمد ادریس کاندھلویؒ)

بیوی اور اولاد میں بندے کی آزمائش ہے۔ اس آزمائش میں وہ پورا تب اترے گا جب حسن معاشرت کو وہ اپنا شعار بنائے گا۔ اور شریعت کے مطابق ان کے حقوق بجا لائے گا۔

بیوی کی خدمت کرنا صدقہ کرنے کا درجہ رکھتی ہے اور اس پر خرچ کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ بہتر وہ شخص ہے جو عورتوں کے ساتھ بہتر ہو۔

حضرت امام غزالی کی نصائح کا خلاصہ

عورتوں کے ساتھ نیک خوئی سے پیش آؤ۔ انہیں رنج نہ پہنچاؤ۔ بلکہ ان کے رنج پہنچانے پر تحمل کرو۔ ان کی بے موقعہ اور ناشکری کی باتوں پر بھی صبر کرو۔

بہترین وہ شخص ہے جو اپنے اہل کے ساتھ بہتر ہے۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مرد کو گھر میں ہنس مکھ رہنا چاہیئے۔ اور جب گھر جائے تو خاموش رہے اور جو کچھ دسترخوان پر لایا جائے وہ کھا پی لے۔ اور جو چیز نہ لائی جائے اس کے بارے میں پرسش نہ کرے۔

اس کی عصمت و پاکدامنی کی حفاظت کرے۔ وہ چھت پر نہ چڑھے۔ اور

پردہ کی بے احتیاطی نہ کرے، تاکہ کوئی غیر محرم اسے دیکھنے نہ پائے۔

اس کے نان نفقہ کا اچھی طرح خیال کرے۔ اس پر تنگی نہ کرے۔ اور اسراف بھی نہ کرے۔ اپنے اہل و عیال کے نان نفقہ کا ثواب خیرات سے زیادہ ہے۔

کوئی اچھا طعام اکیلا نہ کھائے۔ اگر کھانا چاہے تو چھپ کر کھائے۔

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ہفتہ میں ایک بار حلوا یا مٹھائی بنوائے، کیونکہ مٹھاس سے یک لخت ہاتھ روک لینا بے مروتی ہے۔

نان و نفقہ حلال ذریعہ سے حاصل کرے۔ ان کے حاصل کرنے میں خیانت یا ظلم نہ کرے، تاکہ ان کی پرورش حرام مال سے نہ ہو۔

عورتوں کو دین کا علم، جس کی ان کو ضرورت ہے، وہ سکھائے۔ نماز، طہارت حیض وغیرہ کے مسئلے ان کو سکھائے۔

اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو شریعت کے مطابق ان سے برابری رکھے۔

حتی المقدور بیوی کو طلاق نہ دے سب مباحات میں سے طلاق کو اللہ تعالیٰ زیادہ بُرا جانتا ہے۔

جو خاوند کے حقوق عورت پر ہیں، اسے ان سے آگاہ کرے، تاکہ وہ ان حقوق کو بجا لائے۔ (خلاصہ ختم ہوا)

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پسلی کی طرح ہے، اگر تم سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے۔ ویسی ہی ٹیڑھی کی ٹیڑھی کام میں لاؤ گے تو کام میں لا سکو گے۔

(بخاری شریف کتاب النکاح)

ف: اس حدیث شریف میں عورتوں کے ساتھ نرمی کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ ان کمزوریوں کو درگزر کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے، تاکہ تعلق کے ٹوٹنے اور طلاق کی نوبت نہ آئے۔ آپؐ نے عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت فرمائی ہے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ عبداللہ! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو دن کو روزہ رکھتا ہے۔ اور رات بھر کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ صحیح ہے۔ آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کر۔ نفلی روزہ بھی رکھا کر اور ناغہ بھی کیا کرو۔ نماز بھی پڑھا کر اور سویا بھی کر، کیونکہ تیرے بدن کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔

(بخاری شریف۔ کتاب النکاح)

حاصل کلام ہمیں شریعت مطہرہ کی روشنی میں اپنے گھر کا ماحول درست رکھنا چاہیئے۔ غیر اقوام کی غیر شرعی معاشرت اور طرزِ بود و باش کے لئے اپنے دروازے بند رکھنے چاہئیں، تاکہ ہر طرح کے جھگڑے اور رنجشوں کا سدِ باب ہو سکے اور طلاق تک نوبت نہ آئے۔ اور گھر کا ماحول اسلامی، پاک اور صاف ستھرا رہے ؛؛

خطا کس کی؟

اور اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود ہمارے ہاں کے طلبہ "وہ" نہیں بن پاتے، جن کی تعلیم کے وہ زیر اثر ہیں۔ "صاحب" کی زبان سے طعنے بار بار مل چکے ہیں کہ ہندوستانی طلبہ سب کچھ پڑھ لینے کے بعد وہ کلچر اور آراستگی خیال اپنے اندر نہیں رکھتے۔ جو فرنگی زادوں میں گھر گھر موجود ہے اس طنز کے محققانہ و سنجیدہ جواب تو بارہا مل چکے ہیں، ایک لطیف جواب اکبرؔ کی زبان سے سنئے۔

کر چکا کالج میں جب تکمیلِ فن
تب یہ بولے مجھ سے مارٹین
گو کہ شہرت ہے تمہاری دُور دُور
مجھ سا تم رکھتے نہیں شعور

اُستاد کے طعنہ کے جواب میں شاگرد عرض کرتا ہے، کہ قصور معاف، خطا کس کی ہے۔ "شاگردی یا استاد کی" (اکبر نامہ)

آپ نے سیکھا ہے اپنے باپ سے
اور میں نے جو سیکھا آپ سے

استحکام پاکستان

سالاری پانی پتی ، سائیں ہیڈ ماسٹر فاروق نگر شیخوپورہ

استحکام کے بدترین دشمن وہ ہیں کہ جو مسلمان گھرانوں میں جنم لے کر مسلمانوں کو فروعی مسائل میں الجھانے اور لڑاتے ہیں۔ اور اس طرح اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں افتراق اور اختلافات کی خلیجیں قائم کرنا اور ملت اسلامیہ کو دو کیمپوں میں بانٹ دینا اسلام کے ساتھ بدترین دشمنی اور پاکستان کے ساتھ بغاوت کے مترادف ہے۔

جو علماء اتحاد، اتفاق کو جنم دینے کی بجائے سرزمین پاکستان میں اختلاف کے بیج بکھیرتے ہیں۔ وہ پاکستان کے دوست نہیں بلکہ بدترین دشمن ہیں۔ ہلاکو خاں اور تباہ کن طیارے ہیں۔ حکومت کو ان پر گہری نظر رکھنی چاہیئے۔ تاکہ فتنہ و فساد کی فضا پیدا نہ ہوسکے۔

دیکھئے ۱۹۴۶ء میں حضرت مولانا عثمانیؒ نے اسلامیہ کالج گراؤنڈ لاہور میں نماز پڑھائی۔ اور تمام مکاتبِ فکر لوگوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور سب نے مل کر پاکستان کے قیام کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اور ۱۹۴۷ء میں مشترکہ کوششوں اور دعاؤں سے پاکستان کرۂ ارض پر ابھر آیا۔

مولانا عثمانی، مولانا ابراہیم سیالکوٹی، مولانا داؤد غزنوی مختلف مکتب کے احباب تھے۔ مگر آپس میں شیر و شکر تھے۔ اتفاق اور اتحاد کی فضاؤں میں رہتے اور بستے تھے۔

اسی طرح مولانا لاہوری اور مولانا ابوالحسنات بھی مختلف مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ کیا کہنے ان کے محبت و پیار کے۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے۔ آج یہ لوگ کہاں ہیں جو اتحاد کے سیمنٹ اور اتفاق کی اینٹوں سے پاکستان کی دیواریں تعمیر کرتے تھے۔

مولانا احمد علی لاہوری اور مولانا شیر محمد شرقپوری کو دنیا سے سفر کئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ آنکھوں نے دیکھا اور دلوں نے محسوس کیا ہے وہ باہم شیر و شکر تھے۔ محبت کی پینگیں ڈالتے تھے، تھے نہ وہ عالم اور محبت و پیار کے مجسّمے۔

مولانا انور شاہ صاحب جب میاں شرقپوری کے پاس آتے تھے۔ وہ ان کے لئے بچھ جاتے تھے۔ اور استقبال کرنے اور دلجوئی لانے کے لئے کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے۔ کہاں ہیں وہ لوگ؟ زمانہ ان کو یاد کرتا ہے۔

یہ مولانا عثمانی، پیر جماعت علی شاہ مانکی شریف، پیر زکوڑی ہی تھے جنہوں نے پاکستان کو جنم دیا تھا۔ اور جنہوں نے پرسکون فضا پیدا کر کے محبت و پیار کا ثبوت دیا تھا۔

تاریخ نے تو یہی بتایا ہے کہ جب اپنوں میں منافقت کے بیج پھوٹنے لگتے ہیں۔ تو قوم پر تباہی و بربادی کے بادل چھا کر اسے ٹھکانے لگا دیتے ہیں۔ ٹیپو سلطان سے اپنوں نے بے وفائی کی اور وہ بے چارہ نہ رہ سکا۔

لبنان، بیروت تباہ ہوتا رہا۔ مگر ملت اسلامیہ نے ساتھ نہ دیا۔ یہ جرم قابل معافی نہیں۔

اتحاد ہمیشہ سرسبز و شاداب ہوتا ہے اور نا اتفاقی بربادی کا باعث بنتی ہے۔ یہ کلیہ ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

آج پاکستان کو استحکام کی سخت ضرورت ہے کیونکہ ——

۱۔ روس ہمارے سر پر بیٹھا ہے۔

۲۔ اسرائیل نے جو خونیں ڈرامہ کھیلا ہے اس کا اعادہ کرسکتا ہے اور اس کی نظریں اسلامی ممالک کی طرف اچھی نہیں۔ ہمارے مخالف تخریب کار زرخرید، سوشلسٹ، نظریہ پاکستان کے مخالف، اقتدار کے حریص، بے دین، مفاد پرست، عدم استحکام پیدا کرنے والے، مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر انتشار پھیلانے والے، فروعی معاملات کو اچھالنے والے، آپس میں فتنہ و فساد کرانے والے، ملت اسلامیہ کو مکتبِ فکر کی آڑ لے اچھالنے والے، مسجدوں میں گڑبڑ کرانے والے سب

مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ

اہلِ علم اور کسبِ معاش

انسان کتنا ہی بلند فکر، کتنا ہی خدا رسیدہ اور کتنا ہی خدمت گزار علم ہو لیکن وہ معاشی ضروریات سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ بنیادی ضروریات میں غذا، لباس، مکان اور زوج وغیرہ داخل ہیں۔ ان سے انبیاء علیہم السلام بھی بے نیاز نہیں تھے۔ انسان درخت نہیں جس کے پاس رزق خود پہنچ جائے۔ وہ درندہ یا پرندہ بھی نہیں کہ اپنی پسند کی جو چیز جہاں دیکھے۔ اس پر بے تکلف جھپٹ پڑنا اس کے لئے روا ہو۔

انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کی روزی کے لئے صرف اپنی پسند کافی نہیں۔ اسے اولاً تو دوڑ دھوپ کرنی پڑتی ہے پھر یہ دیکھنا بھی پڑتا ہے کہ انسانیت اسے حاصل کرنے کی اجازت بھی دیتی ہے یا نہیں؟ اور اس کے حصول کا طریقہ اخلاقی ضابطے کے اندر ہے یا نہیں؟ ان تمام پابندیوں کے ساتھ بقائے زندگی کے لئے حصولِ رزق کا جو طریقہ اختیار کیا جائے وہ صحیح کسبِ معاش ہے ورنہ وہ طریقہ بد معاشی ہے۔

اہل علم خواہ مفتی ہوں یا امام و خطیب، مصنف ہوں یا ریسرچ اسکالر، جو کچھ بھی ہوں۔ ضروریات زندگی کے وہ بھی حقدار ہیں۔ آج ہم ان کی بلکہ خاص طور پر ائمہ و خطباء کی معاشی زندگی اور گذر اوقات کے متعلق کچھ سوچنا چاہتے ہیں۔ یہ تو بہت مبارک اقدام ہے لیکن یہ نکتہ کبھی فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ ہمارے پیش کردہ افکار و تصورات صرف اسی وقت تک کے لئے ہیں۔ جب تک اسلام کا معاشی نظام بروئے کار نہیں آجاتا۔ اسلامی نظامِ معاش قائم ہونے کے بعد کسی خاص طبقے کے حصولِ معاش کے متعلق کچھ سوچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

آج یہ سوال بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ ہم ایک ایسے عبوری دَور سے گذر رہے ہیں کہ ہمارا نظامِ زندگی نہ پورا اسلامی ہے۔ نہ مکمل کافرانہ۔ بہرکیف یہ سوال کہ اہل علم —— میری مراد ہے ائمہ و خطباء —— کا ذریعہ معاش کیا ہو؟ اپنی جگہ بڑا اہم سوال ہے جسے کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلے میں چند نکات پر غور کر لینا ضروری ہے۔

۱۔ کسب و عمل خالص اسلامی نقطہ نظر سے کیا درجہ و مقام رکھتا ہے۔

۲۔ ہمارے معاشرے میں کسب معاش کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے؟

۳۔ کیا ہمارے ائمہ و خطبا اپنے مشاغل کے ساتھ کسب معاش کے شغل کو جاری رکھ سکتے ہیں؟

۴۔ موجودہ دَور میں ائمہ و خطباء کے لئے کس نوع کا ذریعہ معاش مناسب ہوسکتا ہے؟

ان سوالوں کا جواب اسلامی نقطہ نظر سے یہ ہے:

دنیا اور آخرت میں کسی معاملے کا انحصار محض عقیدہ و ایمان پر نہیں رکھا گیا ہے۔ ہر جگہ اٰمنوا کے ساتھ عملوا الصّٰلحٰت کی قید لگی ہوئی ہے اور نتیجہ و جزا کا سارا دار و مدار عمل و کسب پر رکھا گیا ہے۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کو صاف لفظوں میں یوں واضح کر دیا ہے کہ:

لیس للانسان الا ما سعیٰ (۵۳/۳۹)

انسان کے لئے وہی کچھ ہے جو وہ کوشش کرتا ہے۔

یعنی نیکی ہو یا بدی، سب کچھ انسان کی اپنی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوشش کا انداز غلط ہو اور نتیجہ صحیح نکلے۔ یا کوشش بالکل ہی نہ ہو اور ثمرہ اپنی خواہش کے مطابق ظاہر ہو۔ اس قاعدہ کلیہ کو محض آخرت کے ساتھ وابستہ کر دینا صحیح نہیں۔ دنیوی زندگی میں یہی اصول کار فرما ہے۔ دنیا کی زندگی آخرت کی زندگی سے کوئی الگ شے نہیں۔ یہ زندگی ایک جوئے رواں ہے۔ اور دنیاوی زندگی اسی کا ایک مختصر سا حصہ ہے دنیا دین سے کوئی علیحدہ چیز نہیں۔ بلکہ اسی دنیا کو خدا کی مرضی کے مطابق چلانے

کا نام دین ہے۔ اسی طرح دنیا آخرت سے کوئی جدا شئے نہیں۔ اسی دنیا کے اعمال ارتقا یافتہ شکل میں نتائج بن کر آخرت میں سامنے آئیں گے۔ پس سعی و کوشش اور کسب و عمل کے اس قرآنی فرمان کو صرف آخرت سے وابستہ کرنا صحیح نہیں۔ اس دنیا کی زندگی میں بھی یہی کلیہ کار فرما ہے کہ جو جتنی اور جیسی کوشش کرے گا اس کے مطابق پھل پائے گا۔ اور یہ محض انفرادی قاعدہ بھی نہیں۔ بلکہ ایک پوری اُمت کی اجتماعی زندگی میں بھی اسی اصول کی حکمرانی قائم ہے۔ فرد کے لئے تو قرآن نے یُوں فرمایا کہ:

لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت (۲/۲۸۶)

ہر فرد کے اچھے اور بُرے نتیجے اس کے کسب و عمل کے مطابق ہوں گے۔

اور اجتماعی شکل کو یوں واضح فرما دیا کہ:

لكم ما كسبتم (۲/۱۳۴)

تمہارے کسب ہی کے مطابق تمہیں مفاد حاصل ہوگا۔

کسب یا سعی میں صرف نماز روزہ ہی داخل نہیں۔ حصولِ معاش اور اس کے تمام طریقے بھی سعی و کسب میں داخل ہیں۔ اور جس طرح روزہ نماز عبادت ہے اسیطرح ہر جائز کسب معاش بھی عبادت ہے۔ مشکل یہ ہے کہ بہت سی انسانی و اخلاقی قدریں ہمارے معاشرے میں بدل گئی ہیں۔ بلکہ الٹ گئی ہیں۔ جس کے نتیجے میں عیب ہنر اور ہنر عیب ہو گیا ہے۔ اگر کوئی شخص بے کار بیٹھا ہے۔ محنت سے جی چرائے اور دوسروں کی کمائی پر پڑا رہے تو ہم اسے "متوکل" کا لقب دیتے ہیں۔

تم جسے چاہو چڑھا دو سر پر
ورنہ یوں دوش پہ کاکل ٹھہرے؟
ہم جو بیٹھیں تو نکھٹو کہلائیں
شیخ بیٹھے تو توکل ٹھہرے؟

حقیقت یہ ہے کہ بے کاری، بے عملی اور ترکِ سعی و کوشش کا نام توکل نہیں۔ توکل کہتے ہیں خدا کے بھروسے کام کرنے کو۔ یعنی ایک طرف تو انتھک کوشش و سعی ہو اور دوسری جانب امید خیر کے ساتھ نتیجے کو خدا پر چھوڑ دیا جائے۔ اگر کوئی شخص وظائف زوجیت بالکل نہ ادا کرے اور خوب گریہ وزاری کے ساتھ اولاد ہونے کی دعائیں کرتا رہے اور کر کے بیٹھ جائے تو ہم پورے ایمان و یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس کی دعائیں ساری عمر کبھی قبول نہ ہوں گی۔ اور اس کا توکل کبھی کام نہ آئے گا۔ کیونکہ اس کی سعی و کوشش اس کے توکل و دعا کے مطابق نہیں۔ یہ توکل نہیں فریب نفس ہے اور یوں ہی سمجھئے کہ کسب و معاش سے منہ موڑ کر دوسروں کی داد و دہش پر زندگی گذارنا کوئی توکل نہیں۔ یہ فقر و تصوف کا سراسر غلط استعمال ہے۔

اقدار کے الٹ جانے سے ہم نے بعض پیشوں کو معزز اور بعض کو حقیر فرض کر لیا ہے۔ اور دراصل یہی وہ غلط تصور ہے جس کی وجہ سے آج یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ اہل علم ائمہ وخطبا کے لئے ذریعہ معاش کیا ہو؟ گویا امامت وخطابت تو ایک معزز پیشہ ہے اور محنت مزدوری، دستکاری، تجارت، زراعت وغیرہ حقیر پیشے ہیں۔ للذا معزز پیشے والا حقیر پیشہ کیسے اختیار کرے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ

حضرات! ہمیں یہ حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ دنیا کا کوئی جائز پیشہ حقیر نہیں۔ ذلیل پیشہ دنیا میں صرف ایک ہے۔ اور وہ ہے دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانا۔ یا ہاتھ پھیلائے بغیر دوسروں کے سامنے سوالیہ نشان بنے رہنا۔ علاوہ ازیں امامت وخطابت کوئی پیشہ نہیں۔ یہ ایک عام دینی ضرورت ہے۔ جب نماز باجماعت ادا کی جائے گی تو جو آدمی اس وقت زیادہ موزوں ہوگا۔ جماعت کرائے گا۔ مستقل امام کی ضرورت اس لئے پیدا ہوگی۔ کہ ہر جماعت کے وقت موزوں تر آدمی کو تلاش کرنے کی زحمت نہ ہو۔ اور جب زندگی کے مختلف شعبوں میں وسعت اور پھیلاؤ پیدا ہو جائے۔ تو خاص آدمیوں کی اس فریضے کو ادا کرنے کی ضرورت ہونی ہی تھی۔ تاہم یہ امامت وخطابت نہ کوئی ملازمت ہے اور نہ پیشہ یہ صرف ایک دینی و تنظیمی ضرورت ہے، اگر ایک امام یا خطیب کسب معاش کے لئے کوئی پیشہ اختیار کرے۔ تو اس ہنر کی وجہ سے اسے زیادہ معزز سمجھنا چاہئے۔ لیکن اسلامی اقدار کے مسخ ہونے کے بعد ہم اس ہنرمندی کو عیب تصور

کرنے لگے ہیں اور یہ ایک بڑا المیہ ہے۔

اب آئیے ہم ذرا سنت کی روشنی میں کسبِ معاش کے درجہ و مقام کو دیکھیں۔ اس سے بآسانی ہم معلوم کر سکیں گے کہ دوسروں کی کمائی پر زندگی گزارنے کا بڑا درجہ ہے یا اپنی محنت کی روزی کا؟

حضرت مقدام بن معد یکرب ایک ارشاد نبویؐ یوں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ ما اكل احدٌ طعامًا قط خيرًا من ان يأكل من عمل يديه۔ وان نبي الله داؤد كان يأكل من عمل يديه۔ (رواه البخاری)

جو کھانا انسان اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کھائے۔ اس سے بہتر کوئی کھانا نہیں۔ اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔

۲۔ حضرت عائشہؓ حضورؐ کا ایک ارشاد یوں بیان کرتی ہیں:

اطيب ما اكلتم من كسبكم۔

(رواه ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ والنسائی)

بہترین کھانا وہ ہے جو تم اپنے کسب سے کھاؤ۔

۳۔ یہی مضمون حضرت رافعؓ بن خدیج سے یوں مروی ہے۔

قيل يا رسول الله اى الكسب اطيب؟ قال عمل الرجل بيده وكل بيع مبرور۔

(رواه احمد والبزار والطبرانی فی الکبیر والاوسط)

پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! کونسا کسب سب سے پاکیزہ ہے؟ فرمایا! ایک تو اپنی محنت کی کمائی اور دوسرے ہر ایماندارانہ تجارت۔

۴۔ کچھ اور بھی سُنئے۔ ایک ارشاد نبوی صلعم حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ یوں بیان کرتے ہیں۔

ان الله يحب المؤمن المحترف

(رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط)

اللہ تعالےٰ حرفت والے مومن کو دوست رکھتا ہے۔

۵۔ حضرت ابوہریرہؓ کی زبان سے ایک اور ارشاد رسولؐ سنئے:

كان زكريا نجّارًا۔ (رواه مسلم)

حضرت زکریا (علیہ السلام) بڑھئی کا کام کرتے تھے۔

۶۔ ایک ارشاد نبویؐ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کی زبان سے سنئے:

من امسى كالًّا من عمل يديه امسى مغفورًا له

(رواه الطبرانی فی الاوسط)

جو دن بھر کی محنت کے بعد تھکا ماندہ رات گزارے۔ اس کی وہ رات مغفرت میں گزرے گی۔

۷۔ حضرت ابوہریرہؓ کی زبان سے کسب معاش کے متعلق ایک ارشاد نبویؐ اور بھی سنئے:

ما من مسلم يغرس غرسًا او يزرع زرعًا فيأكل منه طيرٌ او انسان او بهيمة الّا كان له به صدقة۔

(رواه البخاری ومسلم والترمذی)

جو مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیتی اُگائے۔ اور اس میں سے کوئی پرندہ یا انسان یا چوپایہ کچھ کھا لے تو یہ بھی اس کے صدقہ بن جاتا ہے۔

۸۔ اسی قسم کا مضمون ایک دوسرے ارشاد نبویؐ میں حضرت حسنؓ بن علیؓ کی زبان سے بھی سُنئے:

النخل والشجر بركة على اهله وعلى عقبهم بعدهم اذا كانوا لله شاكرين۔

(رواه الطبرانی فی الکبیر)

کھجور اور دوسرے درخت بونے والے کے موجودہ اہل وعیال کے لئے بھی باعث برکت ہیں اور بعد میں آنے والی نسل کے لئے بھی۔ بشرطیکہ وہ شکر الٰہی ادا کرتے ہیں۔

۹۔ خاص طور پر تجارت کے بارے میں بھی ایک ارشاد نبویؐ حضرت ابوسعیدؓ کی زبان سے سنئے:

التاجر الامين الصدوق مع النبيين والصديقين والشهداء۔

(رواه الترمذی)

امانت دار اور سچے تاجر کا حشر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

۱۰۔ صنعت کے بارے میں بھی ایک ارشاد نبویؐ حضرت ابوسعیدؓ خدری سے سنئے:۔

صحابہؓ نے مسجد نبوی کے لئے کچی اینٹیں تیار کیں۔ حضورؐ خود بھی ان مقدس معماروں میں شریک تھے۔ اور اینٹوں کے لئے مٹی اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ حضرموت کا ایک شخص بڑی عمدگی سے مٹی گوندھ رہا

تھا۔ حضورؐ نے اس کا کام دیکھ کر فرمایا:
رحم اللہ امرأ احسن صنعۃ
وقال لہ الزم انت ھذا الشغل
فانی اراك تحسنہ۔ (رواہ ابن ماجہ)
خدا اس شخص پر رحمت نازل فرمائے جو کسی صنعت میں کمال پیدا کرے۔ پھر اس شخص سے فرمایا: تم اسی کام میں لگے رہو۔ کیونکہ مجھے نظر آتا ہے کہ تم اسے عمدگی سے کرتے ہو۔

حضرات! کیا اتنی احادیث سننے کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ دستکاری، حرفت صنعت، کھیتی، شجرکاری، تجارت اور کسب معاش کے تمام جائز ذرائع ان ارشادات نبویؐ میں آجاتے ہیں اور انہی ذرائع کو خیر، پاکیزہ، خدا کا پسندیدہ، ذریعۂ مغفرت، صدقہ، باعث برکت اور پھر انبیاء وصدیقین وشہداء کی رفاقت کا سبب بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد کسب معاش کا درجہ ومقام واضح کرنے کے لئے اور کیا بیان کیا جا سکتا ہے؟ لیکن ذرا ٹھہریئے۔ ایک عجیب واقعہ بھی سن لیجئے۔ جو اسد الغابہ میں موجود ہے:

ایک صحابی (حضرت جابرؓ) نے حضورؐ سے مصافحہ کیا تو ان کی ہتھیلی کچھ کھردری اور داغدار نظر آئی۔ حضورؐ نے پوچھا کہ "یہ داغ کیسے ہیں؟" عرض کیا یا رسول اللہ! میں نعل بندی کا کام کرتا ہوں۔ اور اسی سے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہوں یہ سنکر حضورؐ نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور فرمایا:

ھذہ یدٌ لا تمسھا النار۔
یہ وہ ہاتھ ہے جسے آگ نہیں چھو سکتی۔

اللہ اللہ! آپ نے کسب حلال کا درجہ ومقام دیکھا؟ آج بے کار شیوخ اپنے معتقدوں سے اپنے ہاتھ پاؤں چھواتے ہیں۔ اور یہاں سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک اُمتی کا ہاتھ چوم کر آتش دوزخ سے محفوظ رہنے کی بشارت دیتے ہیں۔ اور اس کا درجہ صرف اس لئے بلند فرماتے ہیں کہ وہ ہنرمند تھا اور اپنی محنت کی حلال روزی کماتا تھا۔ ذرا ایمان کی عینک لگا کر دیکھئے۔ ہم جس پیشے کو حقیر وذلیل سمجھے بیٹھے ہیں۔ اسے حضورؐ نے کتنا بلند مقام عطا فرمایا ہے لیکن ہماری نگاہوں میں محنت کی حلال روزی پر دوسروں کے آسرے جینے کو ترجیح حاصل ہے۔ اسلامی قدریں کس قدر بدلتے بدلتے الٹ گئی ہیں۔

ان تمام ارشادات کے علاوہ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کپڑے کی تجارت کرتے ہیں۔ سیدنا علی مرتضیٰ کہیں اینٹیں تھاپتے ہیں اور کہیں رہٹ چلاتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ ذوالنورین، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ وغیرہم تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ اور یہ سب عشرہ مبشرہ کے افراد ہیں۔

خود حضورؐ اور صحابہؓ کی زندگیاں اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ کسب حلال کے پیشے صرف جائز ہی نہیں۔ بلکہ ضروری بھی ہیں۔ اور فقط ضروری نہیں بلکہ عین عبادت ہیں۔ بے کاری کوئی عبادت نہیں۔ مفت خوری کوئی نیکی نہیں۔ اور پیشہ کوئی بھی ذلیل نہیں۔ اسلامی سوسائٹی نے بھی ہر اُس احساس کمتری کو مٹانے کی کوشش کی ہے۔ جو کسی حلال پیشے کو اختیار کرنے سے پیدا ہو سکتا ہے۔ بھنگی کو حلال خور، جمعدار یا مہتر کہتے ہیں۔ نائی کو راجہ اور خلیفہ کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ کپڑا بُننے والے کے لئے مومن اور نورباف کے لفظ استعمال کرتے ہیں۔ یہ معزز القاب ان پیشہ وروں کے لئے کیوں رکھے گئے ہیں؟ صرف اسلئے کہ ان میں کسی قسم کا احساس کہتری نہ پیدا ہونے پائے۔ لیکن اب بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں معزز الفاظ تو رہ گئے ہیں۔ مگر یہ پیشے والے حقیر سمجھے جاتے ہیں۔ اب بھی ہم بڑے بڑے علماء، اولیاء، قضاۃ، فقہا، مفسرین، محدثین کے ناموں کے ساتھ حلوائی، غزالی، بنّاء، درّاق، حدّاد، لبّان، نجّار، ندّاف، قزّاز، قدوری[1] وغیرہ کے الفاظ دیکھتے ہیں۔ یہ سارے الفاظ مختلف پیشوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ جن کو اپنے ناموں کے ساتھ لگائے رکھنے میں ہمارے بزرگوں نے کبھی اپنی ہتک نہیں سمجھی۔ پھر ہم کہاں کے اتنے بڑے معزز ہو گئے کہ مدرس، عالم، امام اور خطیب بننے کے بعد کسب حلال کا کوئی پیشہ اختیار کرنا ہمارے لئے ذلت ہو گیا؟

[1] ان الفاظ کے معنی علی الترتیب یہ ہیں۔ مٹھائی بنانے والا۔ سوت کاتنے والا۔ معمار۔ سرکہ بنانیوالا۔ جلد بند۔ آہنگر۔ شیر فروش۔ بڑھئی۔ دھنا۔ خاص قسم کا کپڑا بنانیوالا اور ہانڈیاں بنانیوالا۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اگر کوئی امام اور یا خطیب اپنی محنت سے اپنی روٹی کمائے اور امامت وخطابت وافتا کا کام فی سبیل اللہ بلا معاوضہ کرے۔ اور اپنا کردار بھی بلند رکھے۔ تو اس کا اعزاز اللہ تعالےٰ کی نظروں میں زیادہ ہوگا۔ اور آخرکار انسانوں میں بھی اسی کا وقار زیادہ بلند ہوگا۔ مجھے بالمعاوضہ اور بلا معاوضہ دونوں طرح کی خطابت وامامت کا تجربہ ہے۔ اور بحمداللہ دونوں کے اثرات سے واقف ہوں۔ ان تجربوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ایمان اور خودی کے پامال نہ ہونے کا یقین رکھتا ہو۔ تو وہ تنخواہ یا الاؤنس لے کر بھی امامت یا خطابت کر سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو۔ تو امامت وخطابت ترک کر کے کوئی دوسرا ذریعہ معاش اختیار کرنا اس سے بہتر ہے کہ تنخواہ امامت لے کر اپنے ضمیر کو فروخت کرنے کا موقع پیدا ہونے دے۔ مجھے علم ہے کہ بہت سے ائمہ وخطبا کے لئے اس سے زیادہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ مساجد کے لئے صحیح قسم کے ائمہ تیار کئے جائیں۔ وہ ائمہ ہوں جو:

۱۔ فرقے پرست نہ ہوں، وسیع القلب، روادار، خوش مزاج اور خوددار ہوں۔

۲۔ وسیع النظر اہل علم ہوں۔ جو رفتارِ عالم پر بھی نظر رکھتے ہوں۔

۳۔ بلند اخلاق ہوں اور اپنے اعلےٰ کردار سے عوام کی اس ذہنیت کو یکسر بدل دیں کہ اپنی محنت کی روٹی حاصل کرنا ذلیل کام ہے۔

۴۔ روزگار کے لئے انہیں کوئی ایسا ہنر سکھا دیا جائے۔ جس پر قناعت کر کے مقتدیوں کے سہارے جینے کا خیال تک نہ لائیں۔

۵۔ اپنی زمین ہو تو خود کاشت کریں دوسرے کی زمین میں اجرت پر کاشت کر سکتے ہیں۔ لیکن امامت کے معاوضے میں ہرگز کسی دوسرے کی زمین پر کاشت نہ کریں۔

۶۔ اپنے حلقے کے عوام وخواص سے ذاتی وابستگی رکھیں اور ان کے دکھ درد میں کام آئیں۔

یہ شرائط دراصل ہر مسلمان کے لئے ضروری ہیں۔ چہ جائیکہ ائمہ وخطبا کے لئے۔ ان میں سے ہر شرط کی تشریح کے لئے ایک مفصل مضمون درکار ہے۔ جس کا یہ موقع نہیں تاہم تھوڑی سی تشریح سن لیجئے۔

فرقے بندی یا فرقے پرستی ازروئے قرآن کفر بھی ہے۔ اور شرک بھی۔ ارشاد ہوا:

ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیٔ۔ (۶: ۱۶۰)

جو لوگ اپنی تفرقہ پیدا کر کے گروہ گروہ ہو گئے اے رسولؐ ان سے تیرا کوئی واسطہ نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

ولا تکونوا من المشرکین ٥ من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا۔ (۳۰: ۳۱-۳۲)

تم مشرکوں میں نہ ہو جانا۔ یعنی ان لوگوں میں جو اپنی فرقے بندی پیدا کر کے گروہوں میں بٹ گئے۔

مشکل یہ ہے کہ ہمارا کوئی دینی مدرسہ ایسا نہیں۔ جو کسی مخصوص مدرسۂ فکر کی نمائندگی نہ کرتا ہو اور کوئی خاص فرقہ تیار نہ کرتا ہو۔ تمام جھگڑے فساد اسی تربیت کی پیداوار ہیں۔ ہمارے ائمہ وخطباء کو خود اس سے قطعًا بلند رہنا چاہئے اور عوام کو بھی اس سے بلند رکھنا چاہئے کسی خاص مکتب فکر کی طرف رجحان ہونا تو ایک فطری ذوق کی بات ہے لیکن اس میں شدت اختیار کرنا اور دوسرے فرقوں کو گمراہ یا کافر ثابت کرنے کے درپے رہنا بجز تفرقہ بین المسلمین کے اور کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتا۔ کسی مسلک کو قبول کرنے کے یہ معنی نہیں۔ اس مسلک کی ہر بات شروع سے آخر تک برحق ہے اور دوسرے مسلک کی تمام باتیں الف سے ی تک باطل ہیں۔ کیا متفق علیہ باتوں کی کوئی کمی ہے۔ جو ہم اختلافی باتوں پر ہی خطبے سنیں سنائیں؟ اس معاملے میں ائمہ وخطباء کو وسیع القلب اور روادار ہونا چاہئے۔ تاکہ اظہار حق سے کسی کی دل آزاری نہ ہو اور اس میں جذبۂ مخالفت پیدا نہ ہو۔

۲۔ ائمہ وخطباء کے اندر ہردلعزیزی اور کشش اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے۔ جب وہ دوسروں کی دلچسپی کے علوم وفنون میں بھی کچھ نہ کچھ دخل رکھتے

ہوں۔ عصری رجحانات، جدید تحریکات وتصورات، اخباری معلومات، ریاضی، سائنس، ادب، طب، ہائی جین، تاریخ، جغرافیہ کے علاوہ کچھ دوسری علمی سرمایہ رکھنے والی زبانوں سے بھی واقفیت رکھتے ہوں۔ اس کے بغیر رواداری، روشن خیالی اور فائدانہ انداز نہیں پیدا ہوگا۔

۳۔ عوام کے غلط تصورات اور توہمات کو کوئی فتنہ پیدا کئے بغیر تدریجی رفتار سے بدلنا چاہیئے۔ دفعۃً تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش غیر فطری ہونے کے علاوہ فساد انگیز بھی ہوتی ہے۔ ہمارے عوام کسب حلال کے بہت سے طریقوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ ان کے اس تصور کو بدلنے کے لئے بڑے اونچے اخلاق اور صبر وتحمل سے کام لینا ہوگا وہ امام یا خطیب غیر معمولی انسان ہوگا جو کوئی ہنر یا پیشہ اختیار کرکے اپنی محنت کی روٹی پر قناعت کرے۔ اور عوام کے ذہن میں یہ حقیقت نقش کردے کہ یہ اندازِ زیست اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ تنخواہ امامت کا محتاج بن کر زندہ رہے اور اپنی خودی کو چند ٹکوں کے عوض فروخت کرنے کے امکانات پیدا ہونے دے۔

۴۔ جس مرکز میں فرائض امامت وخطابت یا مسائل دینیہ کی تعلیم دی جائے وہاں انہیں کوئی ایسا ہنر ضرور سکھایا جائے۔ جس سے وہ محنت کی روزی خود کما سکیں اور دوسروں کے سہارے جینے کی بجائے خودکفیل ہوں بلکہ وہ دوسروں کے لئے بھی مالی ایثار کرسکیں۔ مثلاً جدید طریقوں کی باغبانی، کاشتکاری، دواسازی، چھوٹی مشینوں کے ذریعے گھریلو دستکاری، کتابت، ٹائپ، طلبہ کی تعلیم وتدریس، چھوٹی موٹی تجارت مثلاً کتابوں اور اسٹیشنری کی تجارت وغیرہ۔ غرض ایسے بہت سے ذریعے ہیں۔ جو ذریعہ معاش بن سکتے ہیں۔ اور امامت وخطابت کے لئے وقت بھی آسانی سے نکالا جاسکتا ہے۔

۵۔ ائمہ اگر ایسی زمین پر کاشت کریں۔ جو اُن کو معاوضہ امامت کے طور پر دی گئی ہو۔ تو ان کو ہمیشہ زمین چھن جانے کا دھڑکا لگا رہے گا اور ان کی خودداری کے پامال ہونے کا اندیشہ سر پر سوار رہے گا۔ لہٰذا یا تو اجرت پر کسی زمین میں کاشت کریں۔ یا اگر اپنی زمین ہو تو اس میں کھیتی باڑی کریں۔ یہ واضح رہے کہ کسی زمین میں اجرت پر کاشت ہو سکتی ہے۔ مگر بٹائی پر نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ کئی حدیثوں میں اسے سودی کاروبار قرار دیا گیا ہے۔ یہاں بٹائی کے مسئلے پر گفتگو کرنا مقصود نہیں۔ اگر اس کے جواز کا کوئی پہلو تلاش کر بھی لیا جائے تو ائمہ وخطباء کو اس سے پرہیز لازم ہے۔

۶۔ ائمہ کا کام صرف یہی نہیں کہ نماز پڑھائی اور گھر آگئے۔ عوام وخواص سب سے ان کے خوشگوار تعلقات ہونے چاہئیں۔ اور ان کے دکھ درد میں معاون اور ہمدرد، خیرخواہ کی حیثیت سے شریک رہنا چاہیئے۔ یہی وہ شخصی تعلقات ہیں۔ جو عوام کی اخلاقی تربیت کرتے ہیں۔ اور یہی وہ عملی تربیت ہے جو محض چٹپٹے وعظوں سے نہیں ہوا کرتی۔ درد دکھ میں ہمدردانہ شرکت کا صرف یہ مطلب نہیں کہ مرنے جینے میں شرکت کرلی جائے۔ امامت وخطابت در اصل ایک بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ اس کا مقصد صرف نماز پڑھا دینا یا خطبہ دے دینا نہیں۔ امامت کا مطلب ہی ہے لیڈر شپ۔ یعنی اپنے مقتدیوں اور اپنے معتقدوں اور اس آبادی کے دوسرے افراد کی ہر ممکن اصلاح کی ذمہ داری سنبھالنا۔ اصلاح میں دو چیزیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ ایک اخلاقی اصلاح اور دوسرے معاشی اصلاح۔ اخلاقی اصلاح سے آبادی کے اندر امن چین نصیب ہوگا اور آپس کے وہ جھگڑے بھی ختم ہوں گے۔ جو در اصل بہت معمولی ہوتے ہیں لیکن وہ بڑھتے بڑھتے باہمی خونریزی تک نوبت پہنچا دیتے ہیں۔ اخلاقی اصلاح کا ایک بہت بڑا ذریعہ تعلیم وتربیت ہے اور ائمہ ہی کا ایک بڑا فریضہ ہے۔ جہالت کی تاریکی تعلیم ہی سے دور ہوسکتی ہے۔ اور اس سے وہ مالی اصراف بھی دور ہو سکتا ہے۔ جو بے کار رسموں اور مقدمہ بازیوں وغیرہ کی بدولت آئے دن ہوتا رہتا ہے۔

آبادی کی معاشی اصلاح کے بغیر بہت سی اخلاقی اصلاحیں بھی نہیں ہوتیں اس لئے ائمہ کو ان تمام خرابیوں کی نشاندہی کرنی چاہیئے۔ جہاں دولت و مال کا اصراف

(باقی ۲۵ پر)

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے !! (مدیر)

تحفۂ امامیہ ـــــ اور فضائل صحابہ کرام علیہم الرضوان

یہ دونوں کتابیں ہمارے انتہائی فاضل دوست مولانا مہر محمد صاحب کے قلم کا شاہکار ہیں۔ اس سے پہلے بھی مولانا المحترم کے قلم سے متعدد چیزیں سامنے آچکی ہیں جنہیں ملک کے گرامی مرتبت علماء مولانا بنوریؒ مولانا محمد سرفراز خاں صفدر اور مولانا مفتی محمودؒ وغیرہ نے سراہا۔ اور اپنی قیمتی آراء سے نوازا۔

اول الذکر کتاب تحفہ امامیہ $\frac{22 \times 18}{8}$ کے ۴۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جلد انتہائی خوبصورت اور مضبوط۔ کتابت طباعت اور کاغذ گوارا۔ موصوف نے چند سال قبل "تحفۃ الاخیار" کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا جس میں ساہیوال کے ایک شیعہ اہل قلم کے سوالات کا انتہائی خوبصورت انداز سے جواب دیا تھا۔ چونکہ ذوق علمی اور تحقیقی تھا اس لئے اس مختصر رسالہ کی تالیف کے دوران ہی انہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ ان مباحث پر کھل کر گفتگو ہونی چاہیئے چنانچہ انہوں نے غایت درجہ محنت کے ساتھ شیعہ سکول کی اصل کتابوں کی طرف مراجعت کرکے یہ ضخیم کتاب تیار کردی۔ جس کے متعلق یہ بات بجا طور پر کہی جاسکتی ہے کہ فریقین کے اختلافی مسائل پر ایک ٹھوس، مستند اور ذمہ دارانہ کتاب ہے جس میں جدید اسلوب کا بھی لحاظ کیا گیا ہے ـــــ چند سال پہلے کے ایرانی انقلاب اور بعض دوسرے عوامل کے سبب برادران اہلسنت کے ذہنوں میں شیعہ سکول کے متعلق جو غلط فہمیاں ہیں ہمیں یقین ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے ان کا ازالہ ہوجائے گا اور اُس سکول کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے اور سمجھنے کا موقعہ ملے گا ـــــ ہم اس مستند دستاویز کی تیاری پر اپنے فاضل دوست کو مستحق تبریک سمجھتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ برادرانِ اہلسنت اس کی زبردست پذیرائی کریں گے ـــــ

دوسری کتاب "فضائل صحابہ کرام" فاضل مؤلف کی کتاب "عدالت حضرات صحابہ کرام" جو ایک عرصہ قبل چھپ کر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہے کا دوسرا حصہ ہے۔ تحریک اسلامی کے شور میں درسگاہ نبوی کے اولین فیض یافتہ بزرگوں کے خلاف جو بدھر رچایا تھا اس کا توڑ کرنے میں جن کتابوں نے مؤثر رول ادا کیا ان میں "عدالت حضرات صحابہ کرام اور اس کا زیر تبصرہ دوسرا حصہ "فضائل صحابہ کرام" بھی ہے۔ مؤلف نے ایک سلیم الفطرت سنی مسلمان کی حیثیت سے اس جماعت حقہ کا کردار پیش کیا ہے جن کے احسانات تلے پوری امت دبی ہوئی ہے ـــــ ہماری دعا ہے کہ یہ رسالہ برادرانِ اہلسنت کے دین و ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ثابت ہو اور ان خدا ناشناس دوستوں کے لئے ذریعہ ہدایت، جو تنقید کے تیروں سے اس جماعت مقدسہ کو چھلنی کرکے رسوائی آخرت کا سامان فراہم کر

رہے ہیں ـــــــ تحفہ امامیہ -/۳۶ روپے ہیں اور فضائل صحابہ کرام -/۱۲ روپے ہیں مکتبہ عثمانیہ نور باوا بم اگوجرانوالہ سے دستیاب ہیں۔

مکتبہ چراغ اسلام لاہور کی مطبوعات

مکتبہ چراغ اسلام لاہور جس نے تھوڑے عرصہ میں وسائل کی کمی کے باوجود اچھی کتابیں چھاپنے کا ریکارڈ قائم کیا ہے اس نے حال ہی میں یہ تین کتابیں شائع کی ہیں۔ "حکایاتِ عزیمت"۔ "قانون الہٰی یا انسانی" اور "انسانیت کی موجودہ مشکلات اور سیرت رسولؐ" ـــــ اول الذکر دونوں کتابوں کا یہ دوسرا ایڈیشن ہے۔ جبکہ تیسری کتاب پہلی مرتبہ چھپی ہے۔ "حکایات عزیمت" میں ماضی قریب و بعید کے بعض اہل علم وغیرہ کی پُرعزیمت زندگی کے مختلف گوشوں کا ذکر ہے۔ گو کہ اس میں بعض بعض جگہ روایتی تاریخ کے سہارے خطیبانہ انداز میں بات کی گئی ہے لیکن بہ حیثیت مجموعی ان لوگوں کے لئے یہ اچھی کتاب ہے جو قومی زندگی میں قدم رکھتے ہیں ـــــ انہیں احساس ہوگا کہ یہ راستہ بڑا کٹھن ہے ـــــــ دوسری کتاب ایک مشہور مصری عالم عبدالقادر عودہ مرحوم کی تالیف ہے جسے جناب محمد حنیف ایم اے نے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ انسانی قانون کے بالمقابل الہٰی قانون کی بالا دستی ایک مسلّم حقیقت ہے جو بعض شپرہ چشموں کو نظر نہیں آتی۔ عودہ مرحوم نے سائنٹفک انداز میں اس موضوع پر گفتگو کی ہے جو ان کی ایک کامیاب ترین کوشش ہے اور آج کی ضرورت ـــــــ تیسرا رسالہ جناب اختر حجازی نے دورِ حاضر کے بعض اہل قلم کی تحریرات سے مرتّب کیا ہے۔ جس کا مفہوم بالکل سیدھا سادا ہے یعنی یہ کہ محمدؐ عربی صلوات اللہ تعالےٰ علیہ و سلامہ انسانیت کے لئے اسوہ و نمونہ ہیں اور آپ کی تعلیم ہر دور کے لوگوں کے مسائل کا شافی حل پیش کرتی ہے ـــــ ملّتِ مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی، رشد و ہدایت کے اس سرچشمہ سے روگردانی کے سبب ہے اور اس کا ازالہ جتنا جلد ممکن ہو اچھا ہے ـــــ یہ کتاب اس سمت رہنمائی کرے گی قیمت علی الترتیب -/۱۶ -/۹ اور ۳/۵۰ روپے ہے۔ معیار کتابت و طباعت بہت اچھا ہے۔ مکمل پتہ مکتبہ چراغ اسلام ۵/۱ قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور

حرمتِ متعہ

شیعہ اسکول کے معرکۃ الآراء مسئلہ "متعہ" کی حرمت پر یہ کتاب مولانا محمد علی جانباز صدر مدرس جامعہ ابراہیمیہ ناصر روڈ شہر سیالکوٹ کے قلم سے ہے۔ مولانا موصوف نے اس رسالہ میں متعہ کی حرمت پر ٹھوس گفتگو کی ہے اور قرآن و حدیث کی رو سے فحاشی و بے حیائی کے اس مظہر کی خوب بیخ کنی کی ہے ـــــ ساتھ ہی اس اسکول کے "فضلاء" کی طرف سے جو "دلائل" پیش کئے جاتے ہیں ان کا تارِ عنکبوت ہونا ثابت کر کے برادران اہل سنت پر احسان کیا ہے۔ -/۱۰ روپے میں یہ رسالہ جامعہ ابراہیمیہ کے شعبہ نشر و اشاعت سے طلب کریں۔

عقائد و کمالات علماء دیوبند

حضرت مولانا اللہ یار خاں صاحب آف چکڑالہ ضلع میانوالی کو احقر نے اپنی ابتدائی تعلیم کے زمانہ میں دیکھا بلاشبہ وہ اہلسنت کے وکیل تھے اور ہیں! برادری کے فضلاء ان کا سامنا کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مولانا کا سلوک و تصوّف کی طرف رجوع تھا اور اب کچھ عرصہ سے ایسا محسوس ہونے لگا گویا وہ محض سلوک و تصوف کے ہی ہو کر رہ گئے ہیں حالانکہ ایسی بات نہیں۔ اپنے قدیم سنی ذوق کے مطابق ان کی خدمات اب بھی نظر آتی ہیں جن میں سے ایک اہم خدمت ان کے ایک عزیز شاگرد چودھری امان اللہ ملک صاحب کی کتاب "نفاذ شریعت اور فقہ جعفریہ" ہے (جس پہ ہم اس کے بعد ایک مقالہ لکھنے والے ہیں) مولانا کے ذوق سلوک کی بعض چیزیں بعض حضرات کو ناگوار محسوس ہوئیں۔ اور انہوں نے صاحب واقعہ سے رجوع کئے بغیر فتویٰ بازی کی مہم شروع کر دی جو بہرطور افسوسناک ہے۔ یہ رسالہ اسی کا ردعمل ہے۔ افادات مولانا المحترم کے ہیں اور مرتّب جناب حافظ عبدالرزاق ایم اے ہیں۔ برعظیم کی جماعت حقہ علماء دیوبند کے حوالہ سے مولانا المحترم نے گفتگو کی ہے جو جہاں خدام دیوبند کے لئے ایک نادر تحفہ ہے وہاں مولانا اور ان کے حلقہ کے خلاف پھیلائے جانے والی غلط فہمیوں کے ازالہ کا سبب ہے۔ سات روپے میں یہ رسالہ ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع جہلم سے دستیاب ہے۔

اسعاد النحو

درس نظامی کی ابتدائی کتاب نحو میر کی فاضلانہ شرح حضرت مولانا محمد سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ سہارنپوری کے قلم سے۔ علماء اور طلباء کے لئے نادر تحفہ۔ دس روپے میں دائرۃ المعارف الاسلامیہ آسیا آباد تمپ مکران بلوچستان سے حاصل کریں۔

بقیہ : اہل علم ۔ ۔ ۔ ۔

ہوتا ہے۔ انہیں یہ بتایا جائے کہ ان فضول خرچیوں کی رقم اگر بچالی جائے تو اس سے ان کے بچوں کی تعلیم ہو سکتی ہے۔ ان کی آسائش کے لئے سڑکیں بن سکتی ہیں۔ نالے پٹ سکتے ہیں۔ گاؤں میں صفائی کا انتظام ہو سکتا ہے ـــ شفا خانے قائم ہو سکتے ہیں پانی کی درآمد و برآمد کا اہتمام ہو سکتا ہے۔ یعنی آب پاشی کا اہتمام اور گندگی کی نکاسی کا انتظام ہو سکتا ہے۔ اور دیہاتوں میں بہت سے کام کسی خرچ کے بغیر صرف آپس کے تعاون ہی سے ہو جاتے ہیں۔ مفید کاموں کے لئے یہ لوگ مالی امداد سے بھی دریغ نہیں کرتے ـ ان کی رقموں سے ایسے چھوٹے موٹے کارخانے بھی گاؤں میں قائم ہو سکتے ہیں۔ جن سے خود ان گاؤں والوں کی بیروزگاری دُور ہو۔

ان تمام کاموں کے لئے جن سے گاؤں والوں کی معاشی حالت بہتر ہو۔ ائمہ کو اپنا پورا اعتماد قائم کر کے ان کو مختلف کاروباری تعاون کی ترغیب دینی چاہیئے۔ میرا تجربہ ہے کہ گاؤں کے باشندے مٹھیا سسٹم کو بڑی خوشی سے قبول کر لیتے ہیں۔ اس کے صدقۂ فطر، قربانی کی کھالیں اور دوسرے صدقات بھی خوشی سے دیں گے بشرطیکہ انہیں یہ احساس دلا دیا جائے کہ اس سے تمہاری دینی و اخروی، تعلیمی، اخلاقی اور معاشی فائدہ ہے اس طرح ان کی نہ صرف بے روزگاری دُور ہوگی۔ بلکہ رفتہ رفتہ ان کا ذہن اور ان کا معیار زندگی بھی بلند ہوگا۔

میرے تجویز کردہ مرکز میں تیار کئے جانے والے ائمہ کو ان تمام باتوں کی تربیت دینی ضروری ہے۔ تاکہ وہ براہ راست اپنے گاؤں والوں سے خوشگوار اور پائیدار تعلقات قائم کر کے اخلاقی و معاشی فلاح و بہبود کے راستے بتائیں اور مفید تجاویز کو بروئے کار لا کر انہیں مزید فلاحی کاموں کی ترغیب دیں۔

یہ صحیح ہے کہ اگر ائمہ اتنے اہم فرائض ادا کرنے میں منہمک رہیں۔ تو ان کے لئے کسب معاش کا وقت نکلنا بہت دشوار ہوگا۔ لیکن ہم پورے وثوق و یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اگر یہ کام اخلاص کے ساتھ کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی کفالت کے بے شمار راستے خود ہی نکال دے گا۔ قوم ابھی اتنی بے حس نہیں ہوئی ہے کہ ایسے قومی و دینی خدمت گذاروں کی قدر نہ کرے۔ اور انہیں بھوکا مرنے دے۔

طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

بدہضمی، قبض، درد

س: بندہ کو قبض، بدہضمی اور جوڑوں میں درد کی شکایت رہتی ہے۔ ایک میل تک بڑی مشکل سے چل سکتا ہوں۔ کوئی آسان اور سستا نسخہ تجویز فرمائیں۔ حافظ محمد عظیم چشتی

پنڈدادنخاں، جہلم

ج: آسان اور سستا نسخہ حاضر خدمت ہے:۔

ھوالشافی: پوست ہلیلہ زرد، پوست ہلیلہ کابلی، ہلیلہ سیاہ، آملہ مقشر، سونف، انیسون ہر ایک ۵ تولہ، زنجبیل، برگ سنا مکی، نمک سیاہ۔ ہر ایک ۳ تولہ سب دوائیں کوٹ چھان کر ملا لیں۔ روزانہ ۶ ماشہ صبح، دوپہر، شام کھانے کے بعد پانی کے ساتھ کھایا کریں انشاء اللہ صحت ہوگی۔

برص

س: میری عمر سولہ برس ہے۔ مجھے گذشتہ پانچ مہینے سے پھلبہری کا مرض ہو گیا ہے ہومیو پیتھ علاج سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ کوئی آسان نسخہ تجویز فرمائیں۔ صوفی رحمت علی

چک ۲۸۲/ج ب تحصیل وضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

ج: باچی ایک تولہ رات کو آدھ پاؤ پانی میں بھگو دیں۔ صبح ناشتہ سے پہلے یہ پانی پی لیں اور پھوک کو پھلبہری پر ملیں۔ انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

تشنج، قبض

س: بندہ کو تشنج کی شکایت ہو گئی ہے۔ یہ مرض جسم کے بائیں طرف سر سے پاؤں تک لاحق ہو گیا ہے۔ نیز دائمی قبض لاحق ہے۔ ایلوپیتھی علاج بہت کرایا لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا اب سب علاج چھوڑ کر صرف ماء العسل پی رہا ہوں کوئی مجرب نسخہ تجویز کریں۔ اگر دوائی موجود ہو تو بذریعہ وی، پی روانہ فرمائیں۔

غلام رسول کمبوہ

چک ۴۸-۱/ایل۔ ایم ضلع لیہ

ج: آپ ماء العسل کا استعمال جاری رکھیں۔ مرض کے لئے جوارش فرحت اور قبض کے لئے حب منقی استعمال کریں۔ جوارش فرحت کا نسخہ یہ ہے۔ زنجبیل ۱ تولہ، قرنفل ۱ تولہ، خولنجان ۶ ماشہ، درونج عقربی ۲ تولہ، سافرج ہندی ۶ ماشہ، سنبل الطیب ۱ تولہ، جوزبوا ۶ ماشہ، زعفران ۱ تولہ، کستوری خالص ۱ ماشہ، ورق چاندی ۳ ماشہ، ورق سونا ۱ ماشہ، شہد خالص ۱ پاؤ۔ سب دوائیں کوٹ چھان لیں اور شہد کا قوام کرکے اس میں ملا کر گھوٹ لیں۔ آخر میں زعفران کستوری اور چاندی سونے کے ورق شامل کر لیں۔ مقدار خوراک ا تا ۴ ماشہ صبح و شام۔

حب منقی کا نسخہ یہ ہے۔ شحم حنظل ۶ ماشہ، غاریقون ۶ ماشہ، سقمونیا ولائتی ۶ ماشہ، تخم سکیران ۶ ماشہ، ست صبر سقوطری ۱ تولہ۔ سب دوائیں کوٹ کر ملا لیں اور شہد کی مدد سے چنے کے دانے برابر گولیاں بنا لیں۔ روزانہ ایک گولی رات سوتے وقت دودھ کے ساتھ کھائیں۔